وَأَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ..

اللہ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے

مسئلہ سود

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اسلامک بک سروس

www.ahmafmedia.com

www.ahnafmedia.com

قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ حَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا

تمیزُ الھُدیٰ مِنَ الھویٰ

فی

الفرقِ بیُنَ البیعِ وَالرِّبا

یعنی

مسئلہ سُود

مُؤلّفہ

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع مفتی اعظم

ربا (سود) کی تعریف، تجارتی سود، جاہلیت عرب کا سود اور قرآن وسنت میں اس کا مفہوم، اُس کی حرمت اور اس پر وعیدِ شدید اور اس کی دینی، دنیوی، معاشی تباہ کاری پر سیر حاصل بحث

اسلامک بک سروس

۲۲۴۱ کوچہ چیلان، دریا گنج، نئی دہلی ۲

www.ahnafmedia.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب ___ مسئلہ سُود

مصنّف ___ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع

بار اول ___ ۱۹۹۳ء

تعداد ___ ایک ہزار

طباعت ___ ایف، ایم، پرنٹرس نئی دہلی

بااہتمام ___ عبد المعین

قیمت ___ ۳۰/= روپے

MASLAHE SOOD

ISBN- 81-7231-143-5

PRICE. 30/=

ناشر

اسلامک بک سروس

۲۲۴۱۔ کوچہ چیلان، دریا گنج، نئی دہلی۔۲

فہرست عنوانات مسئلہ سود

نمبر شمار	عنوان	نمبر صفحہ	نمبر شمار	عنوان	نمبر صفحہ
۱	تمہید	۷	۱۳	دوسری آیت سورہ بقرہ ۲۷۶	۴۸
۲	رسالہ کا مقصد	۱۲	۱۴	سود کے مٹانے اور صدقات کے بڑھانے کا مطلب	۴۹
۳	عام مسلمانوں سے اپیل	۱۳	۱۵	سود کے مال کی بے برکتی	۵۲
۴	ربا کی تعریف اور سود و ربا میں فرق	۱۴	۱۶	سود خواروں کی ظاہری خوش حالی دھوکہ ہے	۵۳
۵	ربا کے لغوی اور اصطلاحی معنی	″			
۶	ربا کی تشریح کے متعلق حضرت عمر فاروق کا ارشاد	۱۸	۱۷	یورپ کی سود خواری سے دھوکہ نہ کھائیں	۵۶
۷	جاہلیت کا ربا کیا تھا؟	۱۹	۱۸	تیسری اور چوتھی آیتیں	۵۸
۸	شبہات و غلط فہمیاں	۲۴	۱۹	پانچویں آیت	۶۲
۹	سود اور تجارتی سود میں فرق	۲۶	۲۰	چھٹی اور ساتویں آیتیں سورہ نساء ۱۶۰/۱۶۱	۶۳
۱۰	نزول قرآن کے وقت کا سود	۲۷	۲۱	آٹھویں آیت (سورہ روم)	۶۵
۱۱	آیاتِ قرآن متعلقہ احکام ربا	۴۰	۲۲	چہل حدیث متعلقہ حرمت ربا	۶۸
۱۲	بیع و ربا میں بنیادی فرق	۴۳	۲۳	ضمیمہ متعلق صـ ۳۱	۹۹

www.ahnafmedia.com

فہرست حصۂ دوم

تجارتی سود عقل اور شرع کی روشنی میں

(۱) حرفِ آغاز صفحہ ۱۰۱

(۲) فقہی دلائل ۱۰۴

(۳) کیا تجارتی سود عہد رسالت میں رائج تھا؟ ۱۰۶

(۳) ایک بہت واضح دلیل ۱۰۸

(۴) ایک اور دلیل ۱۱۰

(۵) حضرت زبیر بن عوام ۱۱۱

(۶) پانچویں شہادت ۱۱۳

(۷) ہند بنت عتبہ کا واقعہ 〃

(۸) حضرت ابن عمرؓ کا واقعہ ۱۱۴

(۹) دوسرا گروہ ۱۱۵

(۱۰) کیا تجارتی سود میں ظلم نہیں؟ 〃

(۱۱) سرمایہ اور محنت کے اشتراک کا اسلامی تصور ۱۲۰

(۱۲) تجارتی سود رضامندی کا سود ہے؟ ۱۲۲

(۱۳) کیا روایات سے اسکی تائید ہوتی ہے ۱۲۶

(۱۴) تجارتی سود اور اجارہ ۱۲۹

(۱۵) بیع سلم اور تجارتی سود ۱۳۰

(۱۶) مدت کی قیمت ۱۳۱

(۱۷) چند ضمنی دلائل ۱۳۵

(۱۸) نقصانات ۱۳۶

(۱۹) اخلاقی نقصانات 〃

(۲۰) معاشی اور اقتصادی نقصانات ۱۳۹

(۲۱) جدید بنکنگ ۱۴۴

(۲۲) ایک اور ضمنی دلیل ۱۴۸

www.ahnafmedia.com

حصہ اول

مسئلہ سود

از:- حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ

حصہ دوم

تجارتی سود

عقل اور شریعت کی روشنی میں

مولانا محمد تقی عثمانی

www.ahnafmedia.com

دیباچہ طبع سوم

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہم العالی کا رسالہ "مسئلہ سود" بحمد اللہ بہت مقبول ہوا، اور ہر طبقے میں ذوق و شوق کے ساتھ پڑھا گیا۔ پچھلے دو سال سے یہ رسالہ نایاب ہو چکا تھا اور ہر طرف سے مانگ مسلسل آرہی تھی، اب حضرت مصنف مدظلہم نے رسالہ پر نظر ثانی فرما کر کہیں کہیں ترمیم و اضافہ بھی فرمایا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس کتابچہ میں برادر عزیز مولانا محمد تقی عثمانی سلمہ کا ایک مقالہ جو تجارتی سود سے متعلق ہے مزید شامل کر دیا گیا ہے، جس میں تجارتی سود کی حلت سے متعلق اہل تجدد کے مغالطوں کا مفصل جواب دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے (آمین)

(۲۳ محرم ۱۳۹۰ھ)

محمد رفیع عثمانی

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَانَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَا اَنْ هَدَانَا اللّٰهُ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَيْرِ خَلْقِهٖ وَسَيِّدِ اَنْبِيَائِهٖ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَمَنْ وَّالَاهُ ۔

اسلام میں سود وربوا کی حرمت کوئی مخفی چیز نہیں کہ اس کے لئے رسالے یا کتابیں لکھی جائیں جو شخص کسی مسلمان گھرانے میں پیدا ہوا ہے وہ اتنا ضرور جانتا ہے کہ اسلام میں سود حرام ہے بلکہ اس اجمالی حقیقت سے تو غیر مسلم تک ناواقف نہیں اور یہ بھی معلوم ہے کہ سود خواری کا طریقہ کوئی دنیا میں آج پیدا نہیں ہوا۔ اسلام سے پہلے جاہلیت میں بھی اس کا سلسلہ جاری تھا، قریشِ مکہ، یہودِ مدینہ میں اس کا عام رواج تھا، اور ان میں صرف شخصی اور صرفی ضرورتوں کے لئے ہی نہیں بلکہ تجارتی مقاصد کے لئے بھی سود کا لین دین جاری تھا۔ ہاں نئی بات جو آخری دو صدی کے اندر پیدا ہوئی وہ یہ ہے کہ جب سے یورپ کے بنیئے دنیا میں برسرِ اقتدار آئے تو انہوں نے مہاجنوں اور یہودیوں کے سودی کاروبار کو نئی نئی شکلیں اور نئے نام دیئے اور اس کو ایسا عام کر دیا کہ آج اس کو معاشیات واقتصادیات اور تجارت کے لئے ریڑھ کی ہڈی سمجھا جانے لگا اور سطحی نظر والوں کو یہ محسوس ہونے لگا کہ آج کوئی تجارت یا صنعت یا اور کوئی معاشی نظام بغیر سود کے چل ہی نہیں سکتا۔ اگرچہ فن کے جاننے والے اور ماحول کی تقلید واتباع سے ذرا بلند ہو کر وسیع نظر سے معاملات کا جائزہ لینے

والے اہلِ یورپ ہی کا یہ بھی فیصلہ ہے کہ سود معاشیات کے لئے ریڑھ کی ہڈی نہیں بلکہ ایک کیڑا ہے جو ریڑھ کی ہڈی میں لگ گیا ہے جب تک اس کو نہ نکالا جائے گا، دنیا کی معاشیات اعتدال پر نہ آسکیں گی۔ یہ قول کسی ملّا کا نہیں بلکہ یورپ کے ایک مشہور محقق و ماہر کا ہے۔

ہاں اس میں شبہ نہیں کہ آج دنیا میں مشرق سے مغرب تک تمام تجارتوں میں سود کا جال اس طرح بچھا دیا گیا ہے کہ آحاد و افراد کیا کوئی جماعت مل کر بھی اس سے نکلنا چاہے تو تجارت چھوڑنے یا نقصان اٹھانے کے سوا کچھ ہاتھ آنا مشکل ہے اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ عام تاجروں نے اب یہ سوچنا بھی چھوڑ دیا ہے کہ سود جو حرام ترین چیز اور بدترین سرمایہ ہے اس سے کس طرح نجات حاصل کریں، عام بے فکرے مسلمانوں کا تو ذکر کیا وہ دین دار پرہیزگار مسلمان تاجر جو نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ میں شریعت کے پورے متبع، تہجد گزار اور ذکر اللہ میں مشغول رہنے والے ہیں، وہ رات کو تہجد و نوافل اور ذکر و فکر کا شغل رکھتے ہیں تو صبح دکان پر پہنچ کر اُن میں اور ایک بنیئے یا یہودی تاجر میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ اس کے معاملات اور بیع و شراء اور آمدنی کے کل ذرائع وہی ہوتے ہیں جو یہودی تاجر یا بنیئے استعمال کرتے ہیں اور یہ ابتدائی مجبوری ایک انتہائی غفلت تک پہنچ گئی کہ اب معاملات میں حلال و حرام کا تذکرہ بیوقوفی یا آج کل کے جدت پسندوں کی اصطلاح میں نری مُلّائیت کہلاتا ہے اور دوسری طرف علم دین سے عام غفلت نے یہ عالم کر دیا کہ شاید اب بہت سے مسلمان ایسے بھی ہوں جن کو یہ بھی معلوم نہ ہو کہ سودی معاملات اسلام میں حرام ہیں اور سود کی نئی نئی شکلیں نکلنے کے باعث یہ مرض تو عام ہو گیا کہ بہت سے مسلمانوں کو یہ بھی خبر نہیں کہ فلاں معاملہ سودی ہونے

کی وجہ سے حرام ہے فلاں میں قمار حرام پایا جاتا ہے۔ ان میں بہت سے ایسے معاملات بھی ہیں جن کی مروجہ شکل سود و ربوا پر مشتمل ہے، لیکن اگر بازار والے چاہیں تو اس کو آسانی کے ساتھ ایسے معاملے کی صورت میں بدل سکتے ہیں جو سود سے خالی ہو، اگر وہ کم از کم ایسے ہی معاملات ہی کو درست کرلیں تو سود کی لعنت سے اگر کلّی نجات نہ ملے تو کم از کم تقلیل تو ہو، اور مسلمان ہونے کا یہ ادنیٰ تقاضا تو پورا ہو کہ وہ مقدور بھر حرام سے بچنے کی فکر میں رہے۔ اسلام میں بہت سی چیزیں حرام ہیں۔ لیکن سود کے معاملہ میں جو وعید شدید قرآن کریم میں آئی کہ سود کا لین دین گویا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلانِ جنگ ہے ایسی وعید کسی دوسرے گناہ پر نہیں آئی۔ پاکستان بننے کے بعد یہاں کی تقریباً کل تجارت مسلمانوں کے ہاتھ آگئی ہے۔

میں ۱۳۶۷ھ اور ۱۹۴۸ء کے وسط میں پاکستان کراچی منتقل ہوا تو دیکھا کہ جہاں ہمارے عام تاجر اور ہزاروں سوداگر حلال وحرام اور سود قمار کی بحث سے یکسر غافل ہیں، انہیں اس کی فکر نہیں کہ کوئی معاملہ حرام ہوگیا یا حلال، وہیں خال خال کچھ ایسے دین دار لوگ بھی ہیں، جن کو حلال وحرام کی فکر ہے، وہ اپنے کاروبار میں شریعت اسلامی کے احکام معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ ایسے حضرات کے زبانی اور تحریری سوالات کا ایک سلسلہ رہا۔ جس کے جواب میں عموماً یہ لکھا اور کہا جاتا رہا کہ فلاں معاملہ سود یا قمار ہونے کی وجہ سے حرام ہے اور بہت سے معاملات میں ابتلاء عام پر نظر کرکے ان معاملات کی ایسی متبادل صورتیں بھی غور و فکر کے بعد لکھی گئیں جن سے اصل معاملات کا مقصد حاصل ہوجائے۔ اور اس میں سود و قمار نہ رہے، لیکن کوئی فرد یا چند افراد تنہا چاہیں کہ ان پر عمل کریں اور سارا بازار سود خواری پر تلا رہے، تو ظاہر ہے کہ ان صورتوں پر عمل نہیں ہوسکتا، ان صورتوں کو

www.ahnafmedia.com

رواج دینے کے لئے ضروری ہے کہ تجار کی کوئی معتد بہ جماعت اس کا عزم اور معاہدہ کرے۔

اس لئے میری یہ ساری کوشش تحریری اور زبانی اس لئے بیکار رہتی تھی کہ سوال کرنے والے چند افراد بازار کے رُخ اور معاملات کی صورتوں کو نہیں بدل سکتے تھے، تا آنکہ تجارِ کراچی میں سے اللہ کے چند صالح بندے اس کام کے لئے جمع ہوئے کہ سود چھوڑنے اور چھڑانے کے لئے اپنی مقدور بھر اجتماعی کوشش کریں اور اس کے لئے تدبیریں سوچیں، لیکن یہ ظاہر ہے کہ آج کل جس طرح سے سودی کاروبار نے پوری دنیا کو اپنی گرفت میں لے رکھا ہے اس سے خلاصی حاصل کرنے کی مکمل اور مؤثر صورت تو جبھی ہو سکتی ہے جبکہ کوئی با اختیار حکومت سود کی دینی اور معاشی خرابیوں کا پورا احساس کر کے اس کے سدّ باب کا عزم کر لے اور اس کی راہ میں جو مشکلات ہیں اپنے پورے ذرائع سے ان کا مقابلہ کرے۔ بے چارے عوام یا ان کی کوئی جماعت اس کام کو مکمل طور پر نہیں کر سکتی، لیکن قرآن کریم اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود پر انتہائی وعیدیں فرمائی ہیں، جو کسی دوسرے گناہ پر نہیں آئیں کہ سودی کاروبار اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلان جنگ کے مترادف قرار دیا ہے، اس کے پیش

عہ - ابتداءً جو حضرات اس کام کے لئے جمع ہوئے ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں، بعد میں اور بھی بہت سے حضرات نے شرکت فرمائی (۱) جناب حاجی محمد یوسف صاحب مالک سیٹھی ٹیکسٹائل مل کراچی (۲) حاجی محمد ابوبکر اسمٰعیل صاحب جمیل ٹریڈنگ کمپنی کراچی (۳) حاجی محمد شریف صاحب (مرحوم) مالک شیٹن ٹی کمپنی کراچی (۴) حاجی محمد تقی صاحب کیپیٹ کراچی (۵) حاجی محمد یوسف صاحب تاج ریسٹورنٹ کراچی (۶) حاجی محمد یوسف صاحب سوداگر پارچہ کراچی (۷) حاجی محمد یوسف صاحب برش مرکنٹائل کراچی (۸) حاجی احمد بھائی کاغذی کراچی (۹) حاجی عبداللہ بھائی بولٹن مارکیٹ کراچی (۱۰) مولوی محمد یوسف محلہ صاحب کراچی۔

www.ahnafmedia.com

نظر کسی مسلمان کے لیے اس کی بھی گنجائش نہیں ہے کہ اس شدید حرام کے دنیا میں پھیل جانے کے عذر کا سہارا لے کر اپنی مقدور بھر کوشش بھی چھوڑ بیٹھے، بلکہ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ مقدور بھر اس سے خلاصی کی تدبیر میں لگا رہے اور اس کی کوشش کرے کہ اگر وہ دنیا کے بازاروں سے سودی کاروبار کو ختم نہیں کر سکتا تو کم از کم اس کے کم کرنے کی جدوجہد میں لگا رہے۔ کامیابی ہو یا نہ ہو۔ بازاروں اور تجارتی حلقوں کا رخ بدلنا تو اپنے قبضہ میں نہیں، لیکن اس راستے میں اپنی مقدور صرف کرنے کی نیت سے بنام خدا تعالیٰ پہلے یہ رسالہ لکھا گیا ہے۔ جس میں ربا (سود) کی شرعی تعریف اور اس کے اقسام کے متعلق قرآن وحدیث کے احکام کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے تاکہ کم از کم علمی اور فکری غلطی سے تو نجات حاصل ہو سکے۔ اور ارادہ یہ ہے کہ اس کے بعد معاشی حیثیت سے معاشیات ہی کے اصول پر سود کی نامعقولیت اور تباہ کن اثرات کا بیان کیا جائے۔ اور بلا سود بینکاری کے نظام کا ایک خاکہ شرعی اور فقہی اصول کے مطابق پیش کیا جائے۔

نیز "بیمہ زندگی"، "پراویڈنٹ فنڈ" کی شرعی حیثیت اور قمار (جوے) کے ضروری احکام و مسائل اور رائج الوقت معاملات جن میں سود یا قمار شامل ہے اور ان کی تفصیل اور ان میں سود قمار سے بچنے کی کوئی شرعی تدبیر ممکن ہو تو اس کا بیان مختلف حصوں اور رسالوں کی صورت میں کیا جائے۔

الحمدللہ اس رسالہ کی طبع ثانی کے وقت مذکورہ مسائل پر مندرجہ ذیل رسائل تیار ہو چکے ہیں۔ جن میں سے بعض شائع ہو چکے ہیں اور بعض زیر طبع ہیں۔ تقسیمِ دولت کا اسلامی نظام جس میں معاشیات کے اس بنیادی مسئلے کا تجزیہ کر کے سود کی نامعقولیت اور تباہ کن اثرات کا بیان ہے۔

بلاسود بینکاری[۲] جس میں فقہ اسلامی کی رو سے ایک ایسا نظام پیش کیا گیا ہے جس پر جائز اور نفع بخش طریق سے بینکاری کا نظام چلایا جا سکتا ہے جس کو بینکنگ کے ماہرین نے قابل عمل تسلیم کیا ہے۔

بیمہ زندگی[۳]، پراویڈنٹ فنڈ[۴]، احکام قمار[۵] اور اسلامی[۶] نظام میں معاشی اصلاحات کیا ہوں گی؟

اِن رسائل کا مقصد

عین اس وقت جب کہ میں اس رسالہ کی تصنیف کا عزم کر کے کافی محنت برداشت کرنے کا تہیہ کر چکا ہوں، یہ بات میری نظروں سے اوجھل نہیں کہ دین اور احکامِ دین سے عام غفلت کے دور میں اگر ہم نے کوئی ایسا رسالہ لکھ ہی دیا تو وہ نقار خانہ میں طوطی کی صدا کے سوا کیا ہو سکتا ہے، اور اس سے ہمارے بازاروں کی اصلاح میں کیا مدد مل سکتی ہے اور آج کل کے ہوشیار دانشمندوں کی طرف سے اس کے صلہ میں جو بیوقوفی اور سادہ لوحی کے القاب کا انعام ملے گا، وہ مزید برآں یہ خیالات سامنے آ کر بار بار قلم کو روکنے اور ہمت کو پست کرنے لگتے ہیں۔

لیکن چند روشن فوائد بحمد اللہ ان سب وساوس پر غالب ہیں اور ان ہی کے لئے بعونہ تعالیٰ یہ رسالہ لکھا جا رہا ہے۔

اوّل مسلمانوں کو ایک حرام چیز کا حرام اور دنیا و آخرت کے لئے وبالِ عظیم ہونا معلوم ہو کر کم از کم ان کا علم صحیح ہو جائے اور یہ خود ایک بڑا فائدہ ہے کہ بیمار اپنی بیماری سمجھے

www.ahnafmedia.com

لگے تو شاید کسی وقت علاج کی طرف بھی توجہ ہو جائے۔ ہر مسئلہ کے متعلق مسلمان پر دو فرض عائد ہیں۔ پہلے اس کا علم قرآن و سنّت ہی سے حاصل کرنا، دوسرا اس کے مطابق عمل کرنا، اگر غفلت یا کسی معاشی مجبوری سے ایک آدمی گناہ میں مبتلا ہے تو کم از کم ایسا تو نہ رہے کہ اس گناہ کو گناہ بھی نہ سمجھے اور اس طرح ایک گناہ کے دو گناہ بنا لے، ایک علمی، دوسرا عملی، اور ایک گناہ گار جب اپنے آپ کو گناہ گار سمجھے اور اس کا استحضار بھی ہو جائے تو اس کو کبھی نہ کبھی توبہ کی توفیق ہو جانا بعید نہیں۔

دوم۔ یہ کہ کسی بے فکرے بیمار کو اس کی بیماری بتلا دینے کا یہ نتیجہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ علاج کی طرف متوجہ ہو جائے۔ اسی طرح مسلمان کو جب کسی کام کا انجام بد اور وبال آخرت معلوم ہو جائے تو کسی نہ کسی وقت اس سے اُسے بچنے کا کم از کم خیال تو آئے گا اور یہ خیال بعض اوقات عزم کی صورت اختیار کر لیتا ہے جو تمام مشکلات کے پہاڑوں کو راہ سے ہٹا دینے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

سوم۔ اسلام کا قیامت تک باقی رہنے والا معجزہ ہے کہ دنیا پر کیسے ہی دور آئیں، کتنی ہی جہالت اور غفلت عام ہو جائے، حق پر قائم رہنا کتنا ہی مشکل ہو جائے لیکن ہر دور میں کچھ نہ کچھ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ساری مشکلات کا مقابلہ کر کے دین کی صحیح راہ پر قائم رہتے ہیں، ان کے لئے بہر حال یہ رسالہ ایک مشعلِ راہ ہوگا۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيزٍ ؞

عام مسلمانوں سے اپیل

لیکن یہ فوائد بھی محض کتاب لکھ دینے یا چھاپ دینے سے اس وقت تک پورے نہیں ہو سکتے جب تک کہ عام مسلمان خصوصاً تجارت پیشہ حضرات اس کو عام کرنے اور ہر مسلمان تاجر تک پہنچانے میں تعاون نہ کریں، اس لئے ضروری ہے کہ جو حضرات اس فریضہ کی اہمیت کو محسوس کرتے ہیں، اس کام کو تبلیغ دین کا اہم مقصد قرار دے کر اس میں پوری توجہ دیں۔ واللہ المستعان وعلیہ التکلان۔

www.ahnafmedia.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ۔

ربا کی تعریف اور سود و ربا میں فرق !

قرآنِ حکیم میں جس چیز کو بلفظ ربا حرام قرار دیا ہے اس کا ترجمہ اردو زبان کی تنگ دامانی کے باعث عام طور پر لفظ سود سے کیا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے عموماً یہ سمجھا جاتا ہے کہ ربا اور سود دونوں عربی اور اردو میں ایک ہی چیز کے دو نام ہیں لیکن حقیقت یہ نہیں بلکہ ربا ایک عام اور وسیع مفہوم رکھتا ہے۔ مروجہ سود بھی اسی کی ایک قسم یا فرد کی حیثیت میں ہے۔ مروجہ سود " ایک معیّن مقدار روپیہ متعین میعاد کے لئے ادھار دے کر معیّن شرح کے ساتھ نفع یا زیادتی لینے کا نام ہے "، اور بلاشبہ یہ بھی ربا کی تعریف میں داخل ہے مگر ربا اس میں منحصر نہیں اس کا مفہوم اس سے زیادہ وسیع ہے، اس میں بہت سے وہ معاملاتِ بیع و شرار بھی داخل ہیں جن میں ادھار کا لین دین قطعاً نہیں۔

زمانۂ جاہلیت میں بھی عموماً ربا صرف اسی کو کہتے اور سمجھتے تھے جس کو آج سود کہا جاتا ہے یعنی ادھار کی میعاد پر معیّن شرح کے ساتھ زیادتی یا نفع لینا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ربا کے معنی کی وسعت بیان فرما کر بہت سی ایسی صورتوں کو بھی ربا قرار دیا جن میں ادھار کا معاملہ نہیں،

ربا کے لغوی اور اصطلاحی معنی

تفصیل اس کی یہ ہے کہ ربا کے معنی لغت کے اعتبار سے زیادتی، بڑھوتری، بلندی کے آتے ہیں اور اصطلاحِ شریعت میں ایسی زیادتی کو ربا کہتے ہیں جو بغیر کسی مالی معاوضہ کے حاصل کی جائے

الرِّبَا فِي اللُّغَةِ الزِّيَادَةُ والمرادُ في الاٰيةِ كلُ زيادةٍ لَا يُقابِلُها عِوَضٌ (احکام القرآن ابن العربی)

اس میں وہ زیادتی بھی داخل ہے جو روپیہ کو ادھار دینے پر حاصل کی جائے کیونکہ مال کے معاوضہ میں تو رأس المال پورا مل جاتا ہے جو زیادتی بنام سود یا "انٹرسٹ" لی جاتی ہے وہ بے معاوضہ ہے اور بیع و شرار کی وہ صورتیں بھی اس میں داخل ہیں جن میں کوئی زیادتی بلامعاوضہ حاصل کی جائے جس کی تفصیل اس رسالہ میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ مگر جاہلیتِ عرب کے زمانہ میں لفظ ربا صرف پہلی قسم کے لئے بولا جاتا تھا، دوسری اقسام کو وہ ربا میں داخل نہ سمجھتے تھے۔

اس ربا کی مختلف صورتیں مختلف خطوں میں رائج تھیں، عرب میں اس کا اکثر رواج اس طرح تھا کہ ایک معین رقم معین مدت کے لئے معین مقدارِ سود پر دے دی جاتی تھی۔ قرض خواہ نے اگر میعادِ مقررہ پر واپس کر دی تو مقررہ سود لے کر معاملہ ختم ہو گیا، اور اگر اس وقت واپس نہ کر سکا تو آئندہ کے لئے مزید سود کا معاملہ کیا جاتا تھا۔ بہرحال ربا کی حقیقت جو نزولِ قرآن سے پہلے بھی سمجھی جاتی تھی یہ تھی کہ قرض دے کر اس پر نفع لیا جائے۔ ربا کی یہ تعریف ایک حدیث میں بھی اِن الفاظ کے ساتھ آئی ہے:-

كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَةً فَهُوَ رِبُوا یعنی جو قرض کچھ نفع کمائے وہ ربوا ہے۔

یہ حدیث علامہ سیوطیؒ نے جامع صغیر میں نقل کی۔ اور فیض القدیر شرح جامع صغیر میں اگرچہ اس کی سند پر جرح کی ہے اسناد کو ضعیف بتلایا ہے لیکن اس کی دوسری شرح سراج المنیر میں عزیزی نے اس کے متعلق یہ الفاظ لکھے ہیں۔ قال الشیخ حدیث حسن لغیرہٖ یعنی یہ حدیث حسن لغیرہ ہے، کیونکہ دوسری روایات و آثار سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ بہرحال یہ روایت محدثین کے نزدیک صالح للعمل ہے۔ اس لئے اس کو استدلال میں پیش

کیا جا سکتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ لفظ ربوٰا کا یہ مفہوم کہ قرض دے کر کچھ نفع لیا جائے، پہلے سے معروف و مشہور اور تمام عرب میں جانا پہچانا ہوا تھا، یہ حدیث بھی نہ ہوتی تو صرف لغت عرب اس کے بتلانے کے لئے کافی تھا جس کے حوالے عنقریب آپ دیکھیں گے اور اس رسالے کے آخر میں جو احادیث حرمت ربا کے متعلق درج ہیں ان میں حدیث ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۲ میں اس شخص کا ہدیہ قبول کرنے کی ممانعت ہے جس کے ذمہ آپ کا قرض ہو اور پہلے سے اس طرح کے ہدیئے تحفے کے معاملات آپس میں جاری نہ ہوں تو ایسا ہدیہ قبول کرنے کو اسی لئے ناجائز قرار دیا ہے کیونکہ وہ بھی ایک طرح سے قرض دے کر نفع حاصل کرنا ہے اس سے بھی ثابت ہوا کہ ربا ہر اس زیادتی کا نام ہے جو قرض کی وجہ سے حاصل ہوئی ہو۔ خواہ وہ شخصی اور صرفی سود ہو یا جماعتی اور تجارتی۔ اسی طرح حدیث ۴۶ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ربا کی تعریف یہی کی ہے آخّرلی وَاَنَا اَزِدْكَ یعنی قرض لینے والا دینے والے سے کہے کہ تم قرض کی میعاد اور بڑھا دو تو میں اتنی رقم اور زیادہ دوں گا جس سے معلوم ہوا کہ قرض کی میعاد بڑھانے کے معاوضہ اور زیادتی کا نام ربا ہے۔ اور ربوٰا کا لین دین عرب کے معاملات میں عام تھا۔ اوائلِ اسلام میں بھی یہ معاملات اسی طرح چلتے رہے۔ تقریباً ہجرتِ مدینہ کے آٹھویں سال فتح مکہ کے موقع پر آیاتِ ربوٰا نازل ہوئیں جن میں ربوٰا کو حرام قرار دیا گیا۔

آیاتِ قرآن کو سنتے ہی ربوٰا کے متعارف معنی "قرض ادھار پر نفع لینا" تو اسی وقت سب نے سمجھ لیا اور اس کو قطعاً حرام سمجھ کر فوراً ترک کر دیا۔

لیکن رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرضِ منصبی کے مطابق ان آیات کی تشریح کرتے ہوئے ربوٰا کے جو معنی بیان فرمائے ان میں اور ایک قسم کا اضافہ تھا جس کو پہلے سے عرب میں ربوٰا کے اندر داخل نہ سمجھا جاتا تھا۔

www.ahnafmedia.com

ربا کی دوسری قسم یہ تھی کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ وَالشَّعِيْرُ بِالشَّعِيْرِ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مِثْلًا بِمِثْلٍ يَدًا بِيَدٍ فَمَنْ زَادَ وَاسْتَزَادَ فَقَدْ اَرْبٰى اَلْآخِذُ وَالْمُعْطِيْ فِيْهِ سَوَاءٌ (بخاری عن ابی سعید)	سونا سونے کے بدلے چاندی، چاندی کے بدلے اور گندم، گندم کے بدلے اور نمک نمک کے بدلے میں اگر لیا اور دیا جائے تو ان کا لین دین برابر برابر دست بدست ہونا چاہئیے اسمیں کمی بیشی (یا ادھار) ربوا کے حکم میں ہے جس کے گناہ میں لینے والا اور دینے والا برابر ہیں۔

یہ حدیث نہایت صحیح اور قوی اسانید کے ساتھ تمام کتب حدیث میں بعنوانات مختلفہ منقول و مشہور ہے۔ اس حدیث سے ایک نئی قسم کا ربوا کے حکم میں داخل ہونا معلوم ہوا کہ، چھ چیزیں جن کا ذکر اس حدیث میں کیا گیا ہے۔ اگر ان چیزوں کا باہمی تبادلہ اور بیع کی جائے تو اس میں کمی بیشی کرنا بھی ربوا ہے اور اُدھار کرنا بھی ربوا ہے، خواہ اس ادھار میں مقدار کی کوئی زیادتی نہ ہو بلکہ برابر لیا دیا جائے۔ چونکہ ربوا کا مشہور اور متعارف مفہوم قرض دے کر اس پر نفع لینا تھا۔ وہ سب صحابہ کرام نے پہلے ہی سمجھ کر چھوڑ دیا تھا، مگر ربوا کی یہ قسم جو حدیث میں بیان کی گئی حضورؐ کے بیان سے پہلے کسی کو معلوم نہ تھی۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ جیسے امام اور فقیہ صحابی کو بھی شروع میں جب تک حضرت ابو سعیدؓ خدری کی اس روایت کا علم نہ تھا جو اوپر نقل کی گئی ہے۔ تو اس قسم ربوا کے حرام ہونے کے قائل نہ تھے (کما رواہ مسلم) پھر جب حضرت ابو سعیدؓ نے یہ روایت ابن عباسؓ کو سنائی تو انہوں نے اپنے سابقہ فتویٰ سے رجوع کیا اور اپنی غلطی پر استغفار

فرمایا (نیل الاوطار بروایت حاکم)

ربوا کی تشریح کے متعلق حضرت فاروق اعظمؓ کا ارشاد

ربوا کی یہی وہ قسم تھی جس کی تفصیلات کے تعین میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اشکال پیش آیا، کیوں کہ حدیث میں صرف چھ چیزوں کا نام لے کر ان میں کمی بیشی اور ادھار کو بحکم ربوا قرار دیا گیا ہے مگر الفاظ حدیث میں اس کی صراحت نہیں ہے کہ یہ حکم صرف انھیں چھ چیزوں کے ساتھ مخصوص ہے یا کسی ضابطہ کے تحت اور چیزیں بھی اس میں داخل ہیں اور چونکہ آیاتِ ربوا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آخر عمر میں نازل ہوئیں اس کے متعلق حدیثِ مذکور کی مزید تشریح کو آپ سے دریافت کرنے کا کسی کو اتفاق نہ ہوا۔ اس لئے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس پر اظہار افسوس فرمایا کہ کاش ہم نے آپؐ سے اس کی پوری تشریح کرلی ہوتی اسی کے ساتھ اور بھی چند مسائل جن میں ابہام باقی رہا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی تشریح معلوم کرنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ ان پر بھی اسی سلسلہ میں اظہار افسوس فرمایا، فاروقِ اعظمؓ کے الفاظ یہ ہیں:۔

ثَلَاثٌ وَدِدْتُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهِدَ اِلَيْنَا فِيْهِنَّ عَهْدًا اَلْجَدُّ وَ الْكَلَالَةُ وَاَبْوَابٌ مِنْ اَبْوَابِ الرِّبٰوا (ابْنُ كَثِيْرٍ فِى التَّفْسِيْرِ وَابْنُ مَاجَه وَابْنُ مَرْدُوْيَه)	تین مسائل ایسے ہیں کہ مجھے یہ تمنا رہ گئی کہ کاش! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن میں ہم سے مزید تشریحات بیان فرمادیتے دو مسئلے تو فرائضِ میراث کے ہیں، (یعنی) دادا اور کلالہ کی میراث اور تیسرا مسئلہ ربوا کے بعض ابواب واقسام کی تشریح۔

☆

فاروق اعظمؓ کے اس ارشاد میں ابواب ربوا سے یہی تشریحات مراد ہیں کہ یہ حکم ان چھ چیزوں کے ساتھ مخصوص ہے یا یہ چیزیں بطور مثال کے بیان فرمائی ہیں اور دوسری کچھ اشیاء بھی اسی حکم میں داخل ہیں اور اگر دوسری اجناس بھی داخل ہیں تو ان کا ضابطہ کیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ بعد میں آنے والے ائمہ مجتہدین ابوحنیفہ، شافعی، مالک، احمد بن حنبل رحمہم اللہ نے اپنے اپنے اجتہاد سے ان چیزوں کا ایک ضابطہ بتایا اور دوسری اشیاء کو بھی اسی ضابطہ کے ماتحت اس حکم میں داخل قرار دیا جس کی تفصیل کتب فقہ میں مذکور و معروف ہے۔

حاصل یہ ہے کہ قرض و ادھار پر نفع لینا تو ربوا کا مفہوم پہلے سے معلوم و مشہور تھا۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان میں بیع و شراء کی بعض صورتوں کا بھی بحکم ربوا ہونا معلوم ہوا۔

اسی لئے عام طور پر علماء نے لکھا ہے کہ ربوا کی دو قسمیں ہیں، پہلی قسم کو ربا النسیہ اور ربا الجاہلیۃ کہا جاتا ہے اور دوسری قسم کو ربا النقد یا ربا البیع یا ربا الفضل کے ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے اور چونکہ پہلی قسم خود الفاظ قرآن سے قبلِ بیانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی واضح تھی۔ اس لئے بعض فقہاء نے اس قسم کو ربا القرآن کے نام سے بھی موسوم کیا اور دوسری قسم چونکہ محض الفاظِ قرآن سے نہیں سمجھی گئی، بلکہ بیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم ہوئی اس کو ربا الحدیث کہا گیا۔

ربا جاہلیت کیا تھا؟

اور یہ بتلایا گیا ہے کہ زمانۂ جاہلیت کا اصطلاحی ربا اس زیادتی کا نام تھا جو قرض کی مہلت کے بدلے میں مدیون سے لی جاتی

۱؎ حضرت فاروق اعظمؓ نے خود ایک خطبہ میں اس کا اعلان فرمایا ہے کہ مسئلہ ربا کی تشریحات معلوم نہ ہونے سے ان کا کیا مطلب ہے اس خطبہ کے الفاظ اسی کتاب کے آخر میں حدیث ۴۳ ملاحظہ ہو۔

www.ahnafmedia.com

تھی اس کے شواہد علماء لغت ائمہ تفسیر و حدیث کے حوالوں سے ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) لسان العرب جو لغتِ عرب کی نہایت مستند کتاب ہے۔

اَلرِّبَا رِبَوَانِ وَالْحَرَامُ كُلُّ قَرْضٍ يُؤْخَذُ بِهٖ اَكْثَرُ مِنْهُ اَوْ يُجَرُّ بِهٖ مَنْفَعَةٌ ؞

ربا کی دو قسمیں ہیں اور حرام ہر وہ قرض ہے جس پر کچھ زیادہ لیا جائے یا قرض سے کوئی منفعت حاصل کی جائے۔

(۲) نہایہ ابن اثیر جو خاص لغتِ حدیث کی شرح کے لئے نہایت مستند مسلّم ہے۔

تَكَرَّرَ ذِكْرُ الرِّبَا فِي الْحَدِيْثِ وَالْاَصْلُ فِيْهِ الزِّيَادَةُ عَلٰى رَأْسِ الْمَالِ مِنْ غَيْرِ عَقْدِ تَبَايُعٍ ؞

ربا کا ذکر احادیث میں بار بار آیا ہے اور اصل اس میں یہ ہے کہ بغیر عقد بیع کے راس المال پر کوئی زیادتی لینا اس کا نام ربوا ہے۔

(۳) تفسیر ابن جریر طبری جو اُمّ التفاسیر سمجھی جاتی ہے اس میں ہے :۔

وَحَرَّمَ الرِّبَا يَعْنِي الزِّيَادَةَ الَّتِيْ يُزَادُ رَبُّ الْمَالِ بِسَبَبِ زِيَادَتِهٖ غَرِيْمَهٗ فِي الْاَجَلِ وَتَاخِيْرِ دَيْنِهٖ عَلَيْهِ ؞

ربا حرام ہے۔ ربا سے مراد وہ زیادتی ہے جو مال والے کو ملتی ہے اس لئے کہ اس کے قرض دار نے میعاد میں زیادتی کر کے ادائیگی قرض میں دیر کر دی۔

(۴) تفسیر مظہری حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رح میں ہے :۔

اَلرِّبٰوا فِي اللُّغَةِ الزِّيَادَةُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَ يُرْبِي الصَّدَقَاتِ وَ الْمَعْنٰى اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ الزِّيَادَةَ

ربا کے لغوی معنی زیادتی کے ہیں۔ اسی لئے قرآن میں یربی الصدقات آیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ صدقات کو بڑھاتا ہے۔ اور

فِی الْقَرْضِ عَلَی الْقَدْرِ الْمَدْفُوْعِ ۔

(۵) تفسیر کبیر امام رازی رح

اِعْلَمْ اَنَّ الرِّبٰوا قِسْمَانِ رِبَا النَّسِیْئَۃِ وَرِبَا الْفَضْلِ اَمَّا رِبَا النَّسِیْئَۃِ فَھُوَ الْاَمْرُ الَّذِیْ کَانَ مَشْھُوْرًا مُتَعَارَفًا فِی الْجَاھِلِیَّۃِ وَذٰلِکَ اَنَّھُمْ کَانُوْا یَدْفَعُوْنَ الْمَالَ عَلٰی اَنْ یَّاْخُذُوْا کُلَّ شَھْرٍ قَدْرًا مُّعَیَّنًا وَیَکُوْنُ رَاْسُ الْمَالِ بَاقِیًا ثُمَّ اِذَا حَلَّ الدَّیْنُ طَالَبُوا الْمَدْیُوْنَ بِرَاْسِ الْمَالِ فَاِنْ تَعَذَّرَ عَلَیْہِ الْاَدَاءُ زَادُوْا فِی الْحَقِّ وَالْاَجَلِ فَھٰذَا ھُوَ الرِّبٰوا الَّذِیْ کَانُوْا فِی الْجَاھِلِیَّۃِ یَتَعَامَلُوْنَ بِہٖ وَاَمَّا رِبَا النَّقْدِ فَھُوَ اَنْ یُّبَاعَ مَنُّ الْحِنْطَۃِ بِمَنَوَیْنِ مِنْھَا وَمَا اَشْبَہَ ذٰلِکَ

معنی حرمت ربا کے یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرض میں دیئے ہوئے مال سے زائد لینے کو حرام قرار دیا ہے

سمجھ لو کہ ربوٰا کی دو قسمیں ہیں ایک ادھار کا ربوا۔ دوسرے نقد پر زیادتی کا ربا۔ پھر ادھار کا ربا وہی ہے جو زمانہ جاہلیت سے مشہور و متعارف چلا آتا ہے جس کی صورت یہ ہے کہ یہ لوگ اپنا روپیہ ادھار پر اس شرط سے دیتے کہ اتنا روپیہ اس کا ماہوار سود دینا ہوگا، اور راس المال بدستور باقی رہے گا، پھر جب قرض کی میعاد پوری ہو جاتی تو وہ قرض دار سے اپنا راس المال طلب کرتے اگر قرض دار اس وقت ادا کرنے سے عذر کرتا تو وہ میعاد میں اور زیادتی کر دیتے اور اس کا سود بڑھا دیتے تھے۔ ربا کی یہ قسم زمانہ جاہلیت میں رائج تھی اور ربا النقد (جس کا بیان حدیث میں آیا ہے) یہ ہے کہ گیہوں کے ایک من کے بدلہ میں دو من لیا جائے اور اسی طرح دوسری اشیاء۔

www.ahnafmedia.com

(۶) احکام القرآن ابن العربی مالکی رحمہ

وَكَانَ الرِّبٰوا عِنْدَهُمْ مَعْرُوفًا (الی) اَنَّ مَنْ زَعَمَ اَنَّ هٰذِهِ الْاٰيَةَ مُجْمَلَةٌ فَلَمْ يَفْهَمْ مَقَاطِعَ الشَّرِيْعَةِ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ اِلٰى قَوْمٍ هُوَ مِنْهُمْ بِلُغَتِهِمْ وَاَنْزَلَ عَلَيْهِ كِتَابَهٗ تَيْسِيْرًا مِنْهُ بِلِسَانِهٖ وَلِسَانِهِمْ وَالرِّبٰوا فِي اللُّغَةِ الزِّيَادَةُ وَالْمُرَادُ فِي الْاٰيَةِ كُلُّ زِيَادَةٍ لَا يُقَابِلُهَا عِوَضٌ ؏

لفظ ربا عرب میں مشہور و معروف تھا اور جس شخص نے یہ خیال کیا کہ آیت مجمل ہے اس نے شریعت کے قطعی مقاصد کو نہیں سمجھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ؐ کو ایک ایسی قوم کی طرف بھیجا جس میں وہ خود بھی داخل تھے اور انہیں کی زبان میں بھیجا اور اپنی کتاب بھی ان کی زبان میں اتاری، تاکہ ان کے لئے آسان ہو جائے۔ اور ربا لغتِ عرب میں زیادتی کو کہتے ہیں اور مراد وہ زیادتی ہے جس کے مقابلہ میں مالی عوض نہ ہو (جیسے قرض پر زیادتی لینا)

---

(۷) احکام القرآن ابو بکر جصاص رحمہ حنفی۔

فَمِنَ الرِّبٰوا مَا هُوَ بَيْعٌ وَمِنْهُ مَا لَيْسَ بَيْعٌ وَهُوَ رِبَا اَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ وَهُوَ الْقَرْضُ الْمَشْرُوْطُ فِيْهِ الْاَجَلُ وَزِيَادَةُ مَالٍ عَلَى الْمُسْتَقْرِضِ ؏

ربا کی ایک قسم وہ ہے جو بیع میں ہوتا ہے دوسرا وہ جو بیع میں نہیں ہوتا اور یہی ربا اہل جاہلیت میں جاری تھا جس کی حقیقت یہ ہے کہ قرض کسی میعاد کے لئے اس شرط پر دیا جائے کہ قرض لینے والا اس پر کچھ زیادتی ادا کرے گا۔

www.ahnafmedia.com

(۸) بدایۃ المجتہد ابن رشد مالکی رح

رِبَا الجَاهِلِيَّةِ الذى نُهِيَ عَنْهُ وَذٰلِكَ انّهُم كَانُوا يَسْلِفُونَ بِالزِّيَادَةِ فَيَنْظِرُونَ فَكَانُوا يَقُولُونَ أَنْظِرنِي أزِدْكَ وَهٰذَا هُوَ الَّذِي عَنَاهُ بِقَوْلِهِ فِي حَجَّةِ الوِدَاعِ الَا أنَّ رِبَا الجَاهِلِيَّةِ مَوضُوعٌ ۔

ربا الجاہلیۃ جس سے قرآن میں منع کیا گیا ہے یہ ہے کہ لوگ قرض پر کچھ زیادتی کی شرط کر کے قرض دیا کرتے تھے پھر میعاد مقرر پر مزید مہلت مزید سود لگا کر دیتے تھے یہی وہ ربا ہے جس کو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں باطل قرار دیا ہے۔

مذکور الصدر حوالوں سے یہ واضح طور پر ثابت ہو گیا کہ لفظ ربا ایک مخصوص معاملہ کے لئے عربی زبان میں نزول قرآن سے پہلے سے متعارف چلا آتا تھا، اور پورے عرب میں اس معاملہ کا رواج تھا، وہ یہ کہ قرض دے کر اس پر کوئی نفع لیا جائے اور عرب صرف اسی کو ربا کہتے اور سمجھتے تھے، اسی ربا کو قرآن کریم نے حرام فرمایا۔ اور اسی کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں ربا الجاہلیۃ کے نام سے موسوم فرما کر باطل قرار دیا۔

تفسیر قرطبی میں ہے۔ وَذٰلِكَ اَنَّ العَرَبَ لَا تَعرِفُ رِبًا اِلَّا ذٰلِكَ (الی) فَحَرَّمَ سُبْحَانَهُ ذٰلِكَ وَرَدَّ عَلَيهِم بِقَولِهِ وَاَحَلَّ اللّٰهُ البَيعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا (ثم قال) وَهٰذَا الرِّبَا هُوَ الَّذِي نَسَخَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ بِقَولِهِ يَومَ عَرَفَةَ اَلَا اِنَّ كُلَّ رِبًا مَوضُوعٌ ۔ اس میں نہ کوئی ابہام تھا نہ اجمال نہ کسی کو اس کے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے میں ایک منٹ کا تامل یا تردّد پیش آیا۔

البتہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے باشاراتِ وحی الٰہی اس کے مفہوم میں اور چند معاملات کا اضافہ فرمایا، چھ چیزوں کی باہمی خرید و فروخت میں کمی بیشی یا ادھار کرنے کو بھی ربا میں داخل قرار دیا، اسی لئے اس قسم کو ربا الحدیث یا ربا الفضل یا ربا النقد وغیرہ کے ناموں سے موسوم کیا گیا ہے، یہ عربی لغت اور اہل جاہلیت کے متعارف مفہوم سے ایک زائد چیز تھی۔ اس کی تفصیلات بھی پوری تشریح کے ساتھ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان نہیں فرمائی تھیں اسی لئے اس کی تشریحات میں حضرت فاروق اعظم اور صحابہ کرام کو کچھ اشکالات پیش آئے اور بالآخر انہوں نے اپنے اجتہاد سے احتیاط کا پہلو اختیار کرتے ہوئے جس چیز میں سود کا شبہ اور شائبہ بھی محسوس کیا اس کو بھی ممنوع قرار دیدیا۔

فاروق اعظم کا ارشاد فَدَعُوا الرِّبَا وَالرِّيْبَةَ یعنی سود کو بھی چھوڑ دو اور جس میں سود کا شبہ ہو اس کو بھی چھوڑ دو۔ اسی کے بارے میں آیا ہے۔

شبہات اور غلط فہمیاں

مسئلہ سود میں بعض لوگوں نے تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے قول کو آڑ بنا لیا جو سود کی اس خاص قسم کے بارے میں ارشاد ہوا تھا جس کا آج کل کے مروجہ سود کے مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں یعنی چھ چیزوں کی باہمی بیع و شرار کا مسئلہ جیسا کہ آپ تفصیل سے ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ انہوں نے اس قول کا یہ نتیجہ نکالا کہ ربوٰا کی حقیقت ہی مبہم رہ گئی تھی۔ اس کے متعلق جو کچھ علماء فقہاء نے لکھا وہ گویا صرف ان کا اجتہاد تھا۔ مگر میں وضاحت کے ساتھ لکھ چکا ہوں کہ حضرت فاروقِ اعظم کو صرف اُس قسم ربوٰا کے متعلق تردد پیش آیا جو قرآن کے الفاظ میں مصرح نہیں تھا، اور لغتِ عرب اور رسومِ عرب میں بھی اس کو ربوٰا نہیں کہا جاتا تھا۔ بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان نے اس کو مفہوم ربوٰا میں داخل قرار دیا، وہ چھ چیزوں

کی آپس میں بیع وشرار کا معاملہ تھا۔

جو سُود آج کل رائج ہے اور جس میں ساری بحث ہے اس سے ان کے اس ارشاد کو دور کا بھی واسطہ نہ تھا، اور ہو کیسے سکتا تھا جب کہ جاہلیت عرب سے اس کے معاملات رائج اور جاری تھے اور ابتدار اسلام میں جاری رہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ اور صحابہ کرام رضؓ کی ایک جماعت اس کا کاروبار کرتی تھی اور اسی وجہ سے آپ کو حجۃ الوداع میں اس قرآنی فیصلہ کا اعلان کرنا پڑا کہ پچھلے زمانہ کے جو سودی معاملات آپس میں چل رہے ہیں، ان کے چکانے اور لینے دینے میں بھی صرف راس المال لیا اور دیا جائے گا۔ سود و ربوا کی رقم کا لین دین جائز نہ ہوگا۔

پھر اشیاء ستہ کے سود کے متعلق جو حضرت عمرؓ کو اشکال پیش آیا، وہ بھی اس میں نہیں کہ ان اشیار ستہ کے سود کو حرام سمجھنے میں ان کو کوئی تردد تھا، بلکہ اشکال صرف یہ تھا کہ شاید یہ حکم اشیار ستہ تک محدود نہ ہو اور اشیار ستہ کا تذکرہ حدیث میں بطور مثال لایا گیا ہو۔ اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ دوسری اشیار کی بیع وشرار میں بھی سود کی صورت پیدا ہو جائے اسی لئے جس روایت میں حضرت عمرؓ کا یہ قول منقول ہے کہ ہم ابواب ربوا کی پوری تشریح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت نہ کر سکے اس کے آخر میں یہ الفاظ بھی منقول ہیں۔ فَدَعوا الرِّبوا وَالرِّیبَۃَ (رواہ ابن ماجہ والدارمی) یعنی اس اشتباہ کا اثر مسلمانوں کے لئے یہ ہونا چاہیئے کہ ربوا کو تو چھوڑنا ہی ہے۔ جس چیز میں ربوا کا شبہ بھی ہو جائے اس کو بھی چھوڑ دیں

پھر یہ ارشاد صرف خیال کے درجہ میں نہیں رہا، بلکہ فاروق اعظمؓ نے اس احتیاط کو اپنا دستور العمل بنا لیا تھا، جیسا کہ امام شافعیؒ نے حضرت عمرؓ کا یہ قول نقل کیا ہے متوکنا تسعۃ اعشار الحلال مخافۃ الربوا ذکرہ فی الکنز برمز عبد الرزاق فی الجامع

یعنی ہم نے نوّے فی صدی معاملات کو حلال ہونے کے باوجود اس لئے چھوڑ دیا کہ ان میں، سود کا خطرہ تھا۔ حیرت کا مقام ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ تو اشکال کا نتیجہ یہ نکالیں کہ منصوص چیزوں کے علاوہ غیر منصوص چیزوں میں بھی ایسے معاملات سے احتیاطاً پرہیز کریں، اور یہ حضرات ان کے اشکال کو مخصوص قسم سود سے ہٹا کر عام سود و ربوا کی طرف کھینچ لے گئے پھر اس کا بھی نتیجہ یہ نکالا کہ سرے سے ربوا کی حرمت ہی ایک مشتبہ مسئلہ ہوگیا اِنَّا للهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن۔

دوسرا شبہ۔ شخصی سود اور تجارتی سود میں فرق

بہت سے لکھے پڑھے سنجیدہ لوگوں کو بھی ایک شبہ میں مبتلا پایا، وہ یہ ہے کہ قرآن میں ربوا اس خاص سود کے لئے آیا ہے جو قدیم زمانے میں رائج تھا کہ کوئی غریب مصیبت زدہ اپنی مصیبت میں کسی سے قرض لے وہ اس پر سود لگاتے جو بے شک ظلم اور سخت دلی ہے کہ بھائی کی مصیبت سے فائدہ اٹھایا جائے۔ آج کل کا مروّجہ سود بالکل اس سے مختلف ہے۔ آج سود دینے والے مصیبت زدہ غریب نہیں بلکہ متمول سرمایہ دار تجار ہیں اور غریب ان کو دینے کے بجائے ان سے سود وصول کرتا ہے۔ اس میں تو غریبوں کا فائدہ ہے۔ اس میں پہلی بات تو یہ ہے کہ قرآنِ کریم میں ربوا کی مخالفت کا ذکر ایک جگہ نہیں، مختلف سورتوں کی سات آٹھ آیتوں میں آیا، اور چالیس سے زیادہ احادیث میں مختلف عنوان سے اس کی حرمت بیان کی گئی۔ ان میں سے کسی ایک جگہ کسی ایک لفظ میں بھی اس کا اشارہ موجود نہیں کہ یہ حرمت صرف اس ربوا کی ہے جو شخصی اغراض کے لئے لیا دیا جاتا تھا۔ تجارتی سود اس سے مستثنیٰ ہے۔ پھر کسی کو یہ حق کیسے پہنچتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے حکم میں

سے کسی چیز کو محض اپنے خیال سے مستثنیٰ کر دے یا عام ارشاد کو خاص کر دے یا مطلق کو بلا کسی دلیلِ شرعی کے مقید و محدود کر دے، یہ تو کھلی تحریفِ قرآن ہے۔ اگر خدانخواستہ اس کا دروازہ کھلے تو پھر شراب کو بھی کہا جا سکتا ہے کہ وہ شراب حرام تھی جو خراب قسم کے برتنوں میں سڑا کر بنائی جاتی تھی اب تو صفائی ستھرائی کا اہتمام ہے مشینوں سے سب کام ہوتے ہیں۔ یہ شراب اس حکم میں داخل ہی نہیں۔ قمار کی بھی جو صورت عرب میں رائج تھی جس کو قرآنِ کریم نے میسر اور ازلام کے نام سے حرام قرار دیا ہے۔ آج وہ قمار موجود ہی نہیں۔ آج تو لاٹری کے ذریعہ بڑے بڑے کاروبار اس پر چلتے ہیں۔ معمہ بازی کا کاروبار بڑے اخباروں، رسالوں کی روح بنا ہوا ہے تو کہا جائے گا، یہ اس قمارِ حرام میں داخل ہی نہیں، اور پھر تو زنا، فواحش، چوری، ڈاکہ، سبھی کی صورتیں پچھلی صورتوں سے بدلی ہوئی ملیں گی، سبھی کو جائز کہنا پڑے گا۔ اگر یہی مسلمانی ہے تو اسلام کا تو خاتمہ ہو جائے گا۔ اور جب محض چولہ بدلنے سے کسی شخص کی حقیقت نہیں بدلتی تو جو شراب نشہ لانے والی ہے وہ کسی پیرایہ اور کسی صورت میں ہو بہر حال حرام ہے۔ جوا اور قمار مروجہ معموں کی نظر فریب شکل میں ہو یا لاٹری کی دوسری صورتوں میں بہر حال حرام ہے۔ فحش و عریانی اور بدکاری قدیم طرز کے چکلوں میں ہو یا جدید طرز کے کلبوں، ہوٹلوں، سینماؤں وغیرہ میں ہو بہر حال حرام ہے۔ اسی طرح سود و ربوٰا یعنی قرض پر نفع لینا خواہ قدیم طرز کا مہاجنی سود ہو یا نئی قسم کا تجارتی اور بنکوں کا، بہر حال حرام ہے۔

نزولِ قرآن کے وقت عرب میں تجارتی سود کا رواج تھا وہ بھی حرام قرار دیا گیا

اس کے علاوہ تاریخی طور سے مسئلہ ربوٰا پر نظر ڈالیے تو معلوم ہوگا کہ یہ خیال بھی غلط ہے

کہ نزولِ قرآن کے زمانہ میں ربوا کی صرف یہی صورت رائج تھی کہ کوئی غریب آدمی اپنی شخصی مشکلات کے حل کے لئے سود پر قرض کا معاملہ کرے تجارت کے لئے سود پر روپیہ لینے دینے کا رواج نہ تھا بلکہ آیاتِ ربوا کا شان نزول دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حرمت ربا کا اصل نزول تجارتی سود ہی کے واقعہ میں ہوا ہے کیونکہ عرب اور بالخصوص قریش تجارت پیشہ حضرات تھے، اور عام طور پر تجارتی اغراض ہی کے لئے سود کا لین دین کرتے تھے۔ شرح بخاری عمدۃ القاری میں زید بن ارقم ابن جریج، مقاتل ابن حبان اور ھندی ائمہ تفسیر سے آیت وَذَرُوْامَابَقِیَ مِنَ الرِّبٰوٓا الخ کے شانِ نزول کا یہ واقعہ نقل کیا ہے:

> قبیلہ بنو ثقیف کے خاندان بنی عمرو بن عمیر اور قبیلہ بنو مخزوم کے ایک خاندان بنو مغیرہ کے آپس میں زمانہ جاہلیت سے سود کا لین دین چلا آتا تھا، ان میں سے بنو مغیرہ مسلمان ہو گئے اور ۹ھ میں قبیلہ ثقیف جو طائف کے رہنے والے ہیں ان کا ایک وفد عمرو ابن عمیر وغیرہ کی قیادت میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ طیبہ حاضر ہو کر مشرفِ باسلام ہو گیا (البدایہ والنہایہ لابن کثیر) مسلمان ہونے کے بعد آئندہ کے لئے سودی کاروبار سے تو سب تائب ہو چکے تھے، لیکن پچھلے معاملات کے سلسلے میں بنو ثقیف کے سود کی ایک بڑی رقم بنو مغیرہ کے ذمہ واجب الادا تھی۔ انہوں نے اپنی رقم سود کا مطالبہ کیا۔ بنو مغیرہ نے جواب دیا کہ مسلمان ہونے کے بعد ہم سود ادا نہیں کریں گے، کیونکہ سود کا لینا جس طرح حرام ہے اس کا دینا بھی حرام ہے۔ یہ جھگڑا مکہ میں پیش آیا تو مقدمہ عتاب ابن اسید کی عدالت میں

www.ahnafmedia.com

پیش ہوا جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد مکہ کا امیر مقرر فرما دیا تھا، اور حضرت معاذ ابن جبلؓ کو ان کے ساتھ تعلیم قرآن وسنّت کے لئے مقرر کر دیا تھا، چوں کہ سابقہ معاملہ کی رقم سود کا مسئلہ قرآن میں صاف مذکور نہ تھا اس لئے حضرت عتابؓ بن اسید نے، اور روح المعانی کی روایت میں حضرت معاذؓ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عریضہ لکھ کر اس معاملہ کے متعلق دریافت کیا کہ فیصلہ کیا کیا جائے؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خط پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا فیصلہ آسمان سے سورۂ بقرہ کی دو مستقل آیتوں میں نازل فرما دیا۔ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوٓا الآیہ جن کا حاصل یہ ہے کہ حرمتِ ربوا نازل ہونے سے پہلے جو سود لیا جا چکا ہے اس کی معافی تو سورۂ بقرہ کی آیت (۲۷۵) میں پہلے ہی نازل ہو چکی تھی لیکن جو سود کی رقم اب تک کسی کے ذمہ واجب الادا باقی ہے، اس کا لینا اور دینا اب جائز نہیں۔ اب صرف راس المال لیا اور دیا جائے گا۔ اس کے مطابق رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عتابؓ بن اُسید کو یہ جواب لکھ بھیجا کہ اب سود کی رقم لینا اور دینا جائز نہیں۔

آیاتِ قرآن سن کر سب نے باتفاق رائے عرض کیا کہ ہم نے توبہ کی۔ اب سود کی رقم کا مطالبہ نہ کریں گے (عمدۃ القاری ص۲ جلد ۱۱)

یہ واقعہ تفسیر بحرِ محیط اور روح المعانی میں بھی کسی قدر فرق کے ساتھ مذکور ہے اور تفسیر ابن جریر میں بروایت عکرمہ بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اور اس کے بعض تاریخی اجزاء ابن

کثیرؒ کی کتاب البدایہ والنہایہ سے لئے گئے ہیں اور امام بغویؒ نے ان آیات کے نزول کے سلسلہ میں ایک دوسرا واقعہ یہ بھی بیان کیا ہے کہ حضرت عباسؓ اور خالد ابن ولید رضی اللہ عنہما کا شرکت میں کاروبار تھا، اور ان کا لین دین طائف کے بنو ثقیف کے ساتھ تھا، حضرت عباسؓ کی ایک بھاری رقم بحساب سُود بنو ثقیف کے ذمہ واجب الادا تھی، انہوں نے اپنی سابقہ رقم کا بنو ثقیف سے مطالبہ کیا، تو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم قرآنی کے ماتحت اپنے چچا حضرت عباسؓ کو اپنی اتنی بڑی رقم، سود چھوڑ دینے کا حکم دے دیا (تفسیر مظہری بحوالہ البغوی و تفسیر درمنثور بحوالہ ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم)

پھر اس فیصلہ کا اعلان ۱۰ھ میں حجۃ الوداع کے موقعہ پر منیٰ کے خطبہ میں اس تفصیل کے ساتھ فرمادیا۔

اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مِّنْ اَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ تَحْتَ قَدَمَيَّ مَوْضُوْعٌ وَّدِمَاءُ الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوْعَةٌ وَّاِنَّ اَوَّلَ دَمٍ اَضَعُ مِنْ دِمَائِنَا دَمُ ابْنِ رَبِيْعَةَ بْنِ الْحَارِثِ كَانَ مُسْتَرْضِعًا فِيْ بَنِيْ سَعْدٍ فَقَتَلَهُ هُذَيْلٌ وَرِبَا الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوْعَةٌ وَاَوَّلُ رِبًا اَضَعُ رِبَا عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَاِنَّهٗ مَوْضُوْعٌ كُلُّهٗ (صحیح

خوب سمجھ لو کہ جاہلیت کی ساری رسمیں میرے قدموں کے نیچے مسل دی گئی ہیں، اور زمانہ جاہلیت کے باہمی قتل وخون کے انتقام آئندہ کے لئے ختم کر دیئے گئے۔ اور سب سے پہلا انتقام ہم اپنے رشتہ دار خاص ربیعہ بن حارث کا چھوڑتے ہیں جو قبیلہ بنی سعد میں رضاعت کیلئے دیئے ہوئے تھے ان کو ہذیل نے قتل کر دیا تھا (اسی طرح) زمانہ جاہلیت کا سود چھوڑ دیا گیا اور سب سے پہلا سود جو چھوڑا گیا وہ ہمارے چچا عباسؓ کا سود ہے کہ وہ سب کا سب

www.ahnafmedia.com

مُسلِمْ بروایتِ جابرؓ فی حجۃ الوداع ہم نے چھوڑ دیا۔

حجۃ الوداع کا یہ عظیم الشان مشہور و معروف خطبہ اسلام میں ایک دستور کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس میں آپ نے گذشتہ زمانہ کے قتل و خون کے انتقاموں کو بھی ختم کر دیا اور گذشتہ زمانے کے سودی معاملات کے سود کی رقموں کو بھی۔ اور حکیمانہ انداز میں اس کا اعلان فرمادیا کہ سب سے پہلے اپنے خاندان کے مطالبے چھوڑتے ہیں، جو دوسرے خاندانوں کے ذمہ ہیں، تاکہ کسی کے دل میں یہ وسوسہ نہ پیدا ہو کہ ہم پر یہ نقصان ڈال دیا گیا ہے۔ اور امام بغوی رحمہ اللہ نے ایک تیسرا واقعہ بروایت عطار و عکرمہ اور بیان کیا ہے کہ حضرت عباسؓ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی سود کی رقم جو کسی اور سوداگر کے ذمہ تھی، اس کا مطالبہ کیا گیا تو آیات مذکورہ کے ماتحت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو روک دیا اور سود کی رقم چھوڑ دینے کا فیصلہ فرمایا۔

مذکور الصدر تین واقعات جو ان آیات کے شان نزول کے بارے میں مستند کتب تفسیر و حدیث سے نقل کئے گئے ہیں۔ ان میں پہلے واقعہ میں بنو ثقیف کا سود ایک قریشی خاندان بنو مغیرہ کے ذمے تھا اور دوسرے واقعہ میں اس کے برعکس قریش کا سود بنو ثقیف کے ذمہ تھا اور تیسرے واقعہ میں کسی خاندان کی تعیین کے بغیر کچھ تجارت پیشہ لوگوں کا سود دوسرے تاجروں کے ذمہ تھا۔ اور حقیقت ان میں کوئی تضاد نہیں ہو سکتا ہے کہ یہ تینوں واقعات پیش آئے ہوں اور سب سے متعلق یہ قرآنی فیصلہ نازل ہوا ہو۔ اور تفسیر درمنثور کی ایک روایت سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے جس میں کسی واقعہ کا حوالہ دیئے بغیر یہ فرمایا ہے کہ بنو ثقیف کے ایک خاندان بنو عمر اور قریش کے ایک خاندان بنو مغیرہ کے آپس میں سود کا لین دین تھا (درمنثور بحوالہ ابی نعیم صـ ۳۶۶ ج ۱) اس سے ظاہر

یہی ہے کہ کبھی وہ ان سے سودی قرض لیتے تھے کبھی یہ اُن سے۔

اس کے ساتھ یہ بات بھی قابل نظر ہے کہ جن قبائل کے باہمی لین دین کا ذکر ہے وہ کسی حادثہ یا کسی ہنگامی ضرورت کے ماتحت قرض لینے کی حیثیت سے نہیں بلکہ اس انداز سے کہ ان لوگوں کے درمیان یہ معاملات تجارتی کاروبار کی حیثیت سے مسلسل جاری تھے۔ اس کے ثبوت کے لئے روایاتِ مذکورہ کے الفاظِ ذیل کو دیکھئے :۔

(۱) کان بنو المغیرۃ یربون لثقیف (درمنثور) — بنو مغیرہ ثقیف کو سود دیا کرتے تھے۔

(۲) کان ربا یتبایعون بہ فی الجاھلیۃ (درمنثور) — یہ ایک ربا تھا جس کے ساتھ جاہلیت کے لوگ تجارت کرتے تھے۔

(۳) نزلت ھذہ الآیۃ فی العباس ابن عبد المطلب ورجل من بنی المغیرۃ کانا شریکین فی الجاھلیۃ یسلفان فی الربا الی ناس من ثقیف (درمنثور صفحہ ۳۶۶ ج ۱) — یہ آیت حضرت عباس اور بنی مغیرہ کے ایک آدمی کے بارے میں نازل ہوئی، ان دونوں کا شرکت میں کاروبار تھا اور یہ ثقیف کے کچھ لوگوں کو سود پر روپیہ ادھار دیا کرتے تھے

اور تفسیر قرطبی میں آیت فلہ ما سلف کے تحت میں لکھا ہے :۔

ھذا حکم من اللہ لمن اسلم من کفار قریش وثقیف ومن کان یتجر ھنالک (قرطبی صفحہ ۳۶۱ ج ۳) — یعنی یہ حکم اللہ تعالیٰ کا ان لوگوں کے متعلق ہے جو تجارت پیشہ کفار قریش و ثقیف میں سے مسلمان ہوگئے تھے۔

یہ تمام الفاظ اس کی کھلی شہادت ہیں کہ ان لوگوں میں یہ سود کا لین دین کسی وقتی مصیبت یا حادثہ کو رفع کرنے کے لئے یا شخصی اور صرفی ضرورتوں کے لئے نہیں بلکہ

اس انداز میں تھا جیسے ایک تاجر دوسرے تاجر سے یا ایک کمپنی دوسری کمپنی سے معاملہ کیا کرتی ہے اور یہ لوگ ربا کو بھی ایک قسم کی تجارت سمجھتے تھے اسی لئے کہا تھا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا جس کو قرآن کریم نے رد کرکے بیع و ربا میں فرق کیا پھر بیع کو حلال ربا کو حرام ٹھہرایا۔ آج بھی جو لوگ مہاجنی ربا اور تجارتی ربا میں فرق کرکے تجارتی ربا کو بیع اور تجارت کی طرح جائز کہتے ہیں ان کا قول بھی انہیں کے مشابہ ہے جو اِنَّمَا البیع مثل الربوا کہا کرتے تھے اور جس کی وجہ سے ان پر عذاب آیا۔ نعوذ باللہ منہ۔

اس جگہ یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ طائف والوں کا قبیلہ بنو ثقیف بڑا مال دار تجارت پیشہ تھا اور سودی کاروبار میں اُن کی خاص شہرت تھی۔ تفسیر بحر محیط میں ان کے متعلق نقل کیا ہے :-

كَانَتْ ثَقِيْفُ اَكْثَرَ الْعَرَبِ رِبٰوًا ؛ یعنی بنو ثقیف سودی معاملات میں سارے عرب میں ممتاز تھے۔

اب ان واقعات سے حاصل شدہ نتائج کو سامنے رکھئے۔

(۱) بنو ثقیف بڑا مالدار، تجارت پیشہ، سودی کاروبار میں معروف قبیلہ ہے اس کا سود بنی مغیرہ کے ذمہ ہے اور وہ بھی تجارت پیشہ متمول لوگ ہیں۔

(۲) حضرت عباس رضؓ اور خالد بن ولید رضؓ کا کاروبار ہے۔ اور بنو ثقیف جیسے مال دار لوگ ان سے سود پر روپیہ لیتے ہیں۔

(۳) حضرت عباس رضؓ اور عثمان غنی رضؓ ایک دوسرے تاجر سے سود کا معاملہ کرتے ہیں۔ اسی کے ساتھ ایک اور واقعہ کا اضافہ کیجئے جو کنز العمال میں بروایت جامع عبد الرزاق حضرت براء بن عازب اور زید ابن ارقم رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے۔

قَالَا سَأَلْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُنَّا تَاجِرَيْنِ فَقَالَ إِنْ كَانَ يَدًا بِيَدٍ فَلَا بَأْسَ وَلَا يَصْلُحُ نَسِيْئَةً ؎

یہ فرماتے ہیں کہ ہم دونوں تاجر تھے ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک معاملہ کے متعلق مسئلہ دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ دست بدست معاملہ ہو تو جائز ہے ادھار کا معاملہ اس طرح جائز نہیں (یعنی ادھار پر زیادتی کے ساتھ)

(۴) جتنے معاملات سودی لین دین کے آیات ربوا کے شان نزول میں مذکور ہیں۔ ان میں اکثر کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص دوسرے شخص سے نہیں بلکہ ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ سے سود پر قرض لیتا ہے اور صحیح روایات سے ثابت ہے کہ ہر قبیلہ کی تجارت میں اس کے بہت سے افراد کی شرکت ہوتی تھی گویا عرب تاجروں کا ہر قبیلہ ایک تجارتی کمپنی ہوتی تھی۔[1] اس کے ثبوت کے لئے دیکھئے وہ واقعات جو غزوہ بدر کے تجارتی قافلہ کے متعلق مستند روایات سے ثابت ہیں۔ تفسیر مظہری میں بروایت ابن عقبہ و ابن عامر اس تجارتی قافلہ کے متعلق نقل کیا۔

فِيهَا أَمْوَالٌ عِظَامٌ وَلَمْ يَبْقَ بِمَكَّةَ قُرَشِيٌّ وَلَا قُرَشِيَّةٌ لَهُ مِثْقَالٌ فَصَاعِدًا إِلَّا بَعَثَ بِهِ فِي الْعِيرِ فَيُقَالُ إِنَّ فِيهَا خَمْسِينَ أَلْفَ دِينَارٍ

اس قافلہ میں بڑے اموال تھے اور مکہ میں کوئی قریشی مرد یا عورت باقی نہ تھا جس کا اس میں حصہ نہ ہو اگر کسی کے پاس ایک ہی مثقال سونا تھا تو وہ بھی شریک ہو گیا تھا اس کا کل راس المال پچاس ہزار دینار یعنی چھبیس لاکھ روپیہ بتلایا گیا ہے۔

ان حالات و واقعات پر نظر ڈالیئے کہ کون لوگ کن لوگوں سے سود پر رقم لے رہے ہیں ایک تاجر قبیلہ دوسرے قبیلہ سے یا یوں کہئے کہ ایک کمپنی دوسری کمپنی سے

[1] اس کا ایک واضح ثبوت اسی کتاب کے صفحہ ۹۶ پر ملاحظہ فرمائیں۔

www.ahnafmedia.com

سود پر قرض لے رہی ہے تو کیا اس سے یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ یہ سودی لین دین، کسی شخصی مصیبت کے ازالہ کے لئے تھا۔ یا اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ یہ سب لین دین تجارتی اغراض سے تھا۔ اور جو احادیث آگے آرہی ہیں ان میں حدیث ۴۷ میں مذکور ہے کہ کسی نے حضرت ابن عباس رضؓ سے سوال کیا کہ ہم کاروبار میں کسی یہودی یا عیسائی کے ساتھ شرکت کر سکتے ہیں۔ اس پر حضرت ابن عباس رضؓ نے فرمایا۔

لَا تُشَارِكْ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا لِأَنَّهُمْ يُرْبُونَ وَالرِّبَا لَا يَحِلُّ ....

یعنی کسی یہودی یا نصرانی کے ساتھ تجارت میں شرکت نہ کرو کیونکہ یہ لوگ سودی کاروبار کرتے ہیں اور سود حرام ہے۔

اس روایت میں سوال خاص طور سے تجارتی سود ہی کا تھا اس کے جواب میں سود کا حرام ہونا بیان فرمایا ہے۔

رہا یہ قضیہ کہ بینکوں کے سودی کاروبار سے غریب عوام کا نفع ہے کہ انہیں کچھ تو مل جاتا ہے۔ یہی وہ فریب ہے جس کی وجہ سے انگریز کی سرپرستی میں اس منحوس کاروبار نے ایک خوبصورت شکل اختیار کرلی ہے کہ سود کے چند ٹکوں کے لالچ میں غریب یا کم سرمایہ والوں نے اپنی اپنی پونجی سب بینکوں کے حوالہ کر دی۔ اس طرح پوری ملت کا سرمایہ سمٹ کر بینکوں میں آگیا۔

اور یہ ظاہر ہے کہ بینک کسی غریب کو تو پیسہ دینے سے رہے۔ غریب کا تو وہاں گذر بھی مشکل ہے، وہ تو بڑے سرمایہ اور بڑی ساکھ والوں کو قرض دے کر ان سے سود لیتے ہیں نتیجہ یہ ہوا کہ پوری ملت کا سرمایہ چند بڑے پیٹ والوں کا لقمہ بن گیا جو آدمی دس ہزار کا مالک ہے وہ دس لاکھ کا کاروبار کرنے لگا۔ اس سے جو

عظیم الشان نفع حاصل کیا، اس میں سے چند ٹکے بنکوں کو دے کر، باقی سب اپنا مال ہوگیا، بنک والوں نے ان ٹکوں میں سے کچھ حصہ ساری ملت کے پیسہ والوں کو بانٹ دیا۔

یہ جادو کا کھیل ہے کہ سرمایہ دار خوش کہ اپنا سرمایہ صرف دس ہزار تھا، نفع کمایا دس لاکھ کا اور فریب خوردہ غریب اس پر مگن کہ چلو کچھ تو ملا، گھر میں پڑا رہتا تو یہ بھی نہ ملتا۔

لیکن اگر سود کے اس ملعون چکر پر کوئی سمجھ دار آدمی نظر ڈالے تو معلوم ہوگا کہ ہمارے یہ بنک بلڈ بنک بنے ہوئے ہیں۔ جن میں ساری ملت کا خون جمع ہوتا ہے اور وہ چند سرمایہ داروں کی رگوں میں بھرا جاتا ہے، پوری ملت غربت و افلاس کا شکار ہو جاتی ہے اور چند مخصوص سرمایہ دار پوری ملت کے خزائن پر قابض ہوتے جاتے ہیں۔ جب ایک تاجر دس ہزار کا مالک ہوتے ہوئے دس لاکھ کا بیوپار کرتا ہے تو غور کیجئے کہ اگر اس کو نفع پہنچا تو بجز سود کے چند ٹکوں کے وہ سارا نفع اس کو ملا۔ اور اگر یہ ڈوب گیا، اور تجارت میں گھاٹا ہوگیا تو اس کے تو صرف دس ہزار گئے باقی نوے ہزار تو پوری قوم کے گئے، جس کی کوئی تلافی نہیں۔

اور مزید چالاکی یہ دیکھیے کہ ان ڈوبنے والے سرمایہ داروں نے تو اپنے لئے ڈوبنے کے بعد بھی اس خسارہ سے نکل جانے کے چور دروازے بنا رکھے ہیں، کیونکہ تجارت کا خسارہ اگر کسی حادثہ کے سبب ہوا مثلاً مال میں یا جہاز میں آگ لگ گئی، تو یہ تو اپنا نقصان انشورنس سے وصول کر لیتے ہیں مگر کوئی دیکھے کہ انشورنس میں مال کہاں سے آیا، وہ بیشتر انھیں غریب عوام کا ہوتا ہے، نہ جن کا کوئی جہاز ڈوبتا ہے

www.ahnafmedia.com

www.ahnafmedia.com

نہ دوکان میں آگ لگتی ہے، نہ موٹر کا ایکسیڈنٹ ہوتا ہے، کیونکہ یہ چیزیں ان غریبوں کے پاس ہیں ہی نہیں، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ حوادث کا فائدہ تو یہ غریب اٹھاتے نہیں، اُن کے پلّہ تو یہاں بھی دو فیصدی پیسے سود ہی کے پڑتے ہیں۔ حوادث کا عظیم الشان فائدہ بھی سارا انہیں قوم کے ٹھیکہ داروں کی جیب کی زینت بنتا ہے۔

اور دوسری صورت تجارتی خسارہ کی بازار کے بھاؤ گرنے سے ہوسکتی ہے۔ اس کا علاج ان لوگوں نے سٹّے کے ذریعہ تلاش کر لیا ہے۔ جب بازار گرتا دیکھیں تو اپنی بلا دوسرے پر پھینک دیں۔

اس کے علاوہ عوام کو ایک نقصان یہ پہنچا کہ چھوٹے سرمایہ والا کسی تجارت میں زندہ نہیں رہ سکتا، کیونکہ بڑے تاجر کمپٹیشن کے ذریعہ اس کا ایک دن میں دوالہ نکال دیں گے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تجارت کا کاروبار جو پوری قوم کے لئے نافع و مفید اور ذریعہ ترقی تھا، وہ چند مخصوص لوگوں میں محدود ہو کر رہ گیا۔

اور اس سودی معاملہ کا ایک بڑا ضرر عوام کو یہ ہے کہ جب تجارت کے اڈوں پر مخصوص سرمایہ دار قابض ہو گئے تو اشیاء کے نرخ بھی ان کے رحم و کرم پر رہ جاتے ہیں جس کا نتیجہ وہ ہے جو ہر جگہ سامنے آرہا ہے کہ سامان معیشت روز بروز گراں سے گراں ہوتا جاتا ہے۔ ہر جگہ کی حکومتیں ارزانی کی فکریں لگی رہتی ہیں۔ مگر قابو نہیں پاسکتیں۔

اب سوچئے کہ ان فریب خوردہ عوام کو جو چند ٹکے سود کے نام سے ملے تھے اور نتیجہ میں سامان معیشت دوگنی تگنی قیمتوں تک پہنچا تو اُن غریبوں کی جیب سے وہ سود کے ٹکے پھر اور سود لے کر نکل گئے اور پھر لوٹ پھر کر انھیں سرمایہ داروں کی جیب میں پہنچ گئے۔

قرآن کریم نے دو لفظوں میں اس فریب کو کھول دیا ہے۔ وَاَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ

وَحَرَّمَ الرِّبٰوا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے بیوپار کو حلال قرار دیا ہے اور ربوا کو حرام۔ اس میں ربوا کی حرمت کے بیان سے پہلے بیوپار کی حلت کا ذکر فرماکر اس طرف اشارہ کردیا کہ اپنا مال اور محنت، تجارت میں لگاکر نفع حاصل کرنا کوئی جرم نہیں۔ جرم یہ ہے کہ دوسرے شریکوں پر ظلم کیا جائے۔ ان کا حق ان کو نہ دیا جائے۔ جب روپیہ دوسرے کا ہے اور محنت آپ کی ہے، اور تجارت کے یہی دو بازو ہیں جن کے ذریعہ وہ چلتی اور بڑھتی ہے تو اس کے کوئی معنی نہیں کہ مال والے کو گنتی کے چند ٹکے دے کر ٹرخا دیا جائے اور تجارت کے سارے نفع پر آپ قبضہ کرلیں۔ غور سے دیکھئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ بیوپار اور ربوا میں فرق صرف منافع کا ہے اس کی منصفانہ تقسیم بیوپار کہلاتی ہے اور ظالمانہ تقسیم کا نام ربوا ہے۔ کل تجارت کے نفع کو مال اور محنت کے دو حصوں میں انصاف کے ساتھ اس طرح بانٹ دو کہ آدھا یا تہائی، چوتھائی مال والے کا ہے اور باقی محنت کرنے والے کا، یا اس کے برعکس یہ تجارت ہے، بیوپار ہے اور اسلام میں یہ صورت نہ صرف جائز ہے بلکہ کسب معاش کی صورتوں میں سب سے زیادہ مستحسن اور پسندیدہ ہے۔ ہاں اگر آپ اس تجارت کے دوسرے شریک یعنی مال والے پر ظلم کرنے لگیں کہ اس کی کچھ رقم معین کردیں اور باقی سب کچھ آپ کا تو یہ کھلی ناانصافی ہے یہ تجارت یا بیوپار نہیں، بلکہ ادھار کا معاوضہ ہے۔ اسی کا نام قرآن میں ربوا ہے۔

اگر کہا جائے کہ مذکورہ صورت میں جب کہ مال والے کو کوئی رقم معین کرکے دے دی جاتی ہے اس میں اس کا ایک فائدہ بھی تو ہے کہ تجارت کے نفع نقصان سے اس کا کوئی تعلق نہیں رہتا، تاجر کو خواہ تجارت میں سراسر خسارہ ہو ہی جائے اس کو اس کی رقم کا معینہ نفع مل جاتا ہے اور اگر حصہ کی شرکت رہے تو نقصان کا بھی

خطرہ ہے۔ جواب صاف ہے کہ اس صورت میں دوسری جانب یعنی محنت کرنے والے پر ظلم ہو جاتا ہے کہ اس کو اپنی تجارت میں خسارہ ہو گیا، گھر کا راس المال بھی گیا اور دوسرے حصہ دار کو نہ صرف اصل راس المال ملا بلکہ اس کا نفع دینا بھی اس اُس مصیبت زدہ کی گردن پر رہا۔

قرآن تو دونوں ہی کے حق میں انصاف کرنا چاہتا ہے۔ نفع ہو تو دونوں کا ہو، نہ ہو تو کسی کا نہ ہو۔ البتہ جب نفع ہو تو اس کی تقسیم انصاف کے ساتھ حسب حصہ کی جائے اس کے علاوہ دیوالیہ کا مروجہ قانون ایسا ہے کہ اس کے ذریعہ بالآخر سوداگر کا سارا خسارہ بھی عام ملت ہی کو بھگتنا پڑتا ہے۔ سود کے سارے کاروبار اور اس کی حقیقت پر ذرا بھی غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ سودی کاروبار کا لازمی نتیجہ عام ملت کی غربت وافلاس اور چند سرمایہ داروں کے سرمایہ میں ناقابل قیاس اضافہ ہے اور یہی معاشی بے اعتدالی پورے ملک کی تباہی کا سبب بنتی ہے اسی لئے اسلام نے اس پر قدغن لگایا ہے۔

پہلے حصہ کا جزو اوّل یعنی ربوا کی تعریف اور پوری حقیقت قرآن وحدیث کی روشنی میں آپ کے سامنے آچکی۔ اب اس کے متعلق قرآن وسنت کے احکام وتنبیہات بیان کرنا ہیں پہلے قرآن مجید کی آٹھ آیتیں جو اس مسئلہ کے متعلق آئی ہیں۔ مع تفسیر وتشریح لکھی جاتی ہیں۔ واللہ الموفق والمعین۔

www.ahnafmedia.com

آیاتِ قرآن متعلقہ احکامِ ربا

پہلی آیت سورہ بقرہ

اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ط ذٰلِکَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ط فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰی فَلَهٗ مَا سَلَفَ ط وَاَمْرُهٗ اِلَی اللّٰهِ ط وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ج هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ٥

(سورہ بقرہ)

اور وہ لوگ جو سود کھاتے ہیں، کھڑے ہوں گے قیامت میں قبروں سے جس طرح کھڑا ہوتا ہے ایسا آدمی جس کو شیطان خبطی بنا دے لپٹ کر (یعنی حیران و مدہوش) یہ سزا اس لئے ہوگی کہ ان لوگوں نے کہا تھا کہ بیع بھی تو مثل سود کے ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا ہے اور سود کو حرام کردیا ہے۔ پھر جس شخص کو اس کے پروردگار کی طرف سے نصیحت پہنچی اور وہ باز آگیا تو جو کچھ پہلے لینا ہو چکا ہے وہ اسی کا رہا۔ اور باطنی معاملہ اس کا خدا کے حوالے رہا۔ اور جو شخص پھر عود کرے تو یہ لوگ دوزخ میں جائیں گے اور وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

اس آیت کے پہلے جملہ میں سود خواروں کا انجام بد اور قیامت کے دن ان کا اس طرح کھڑا ہونا جیسے آسیب زدہ خبطی کھڑا ہوتا ہے بیان فرمایا گیا ہے جس میں اس کا

www.ahnafmedia.com

اعلان ہے کہ یہ لوگ قیامت کے دن اپنی مجنونانہ حرکتوں سے پہچانے جائیں گے کہ یہ سود خوار ہیں اور اس طرح پورے عالمی مجمع میں اس کی رُسوائی ہوگی اور قرآن کریم نے ان کے لئے مجنوں کا لفظ استعمال کرنے کے بجائے آسیب زدہ خبطی کا لفظ استعمال فرماکر شاید اس طرف اشارہ کر دیا کہ مجنوں تو بعض اوقات ایسا بے حس ہو جاتا ہے کہ اس کو تکلیف و راحت کا احساس ہی نہیں رہتا۔ یہ لوگ ایسے مجنوں نہیں ہوں گے بلکہ عذاب و تکلیف کا احساس باقی رہے گا، نیز یہ کہ مجنوں تو بعض اوقات چپ چاپ ایک جگہ پڑ جاتا ہے یہ لوگ ایسے نہیں ہوں گے بلکہ ان کی لغو حرکات سب کے سامنے ان کو رسوا کریں گی۔

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ہر عمل کی جزا یا سزا اس کے مناسب ہوا کرتی ہے۔ عقل و حکمت کا تقاضا بھی یہی ہے اور حق تعالیٰ کی حکمت بالغہ کا دستور بھی تمام سزاؤں میں یہی ہے۔ یہاں سود خواری کی ایک سزا جو ان کو خبطی مجنون کی صورت میں کھڑا کر کے دی گئی۔ اس میں کیا مناسبت ہے۔

علماء تفسیر نے فرمایا ہے کہ سود کی ایک خاصیت ہے کہ عادتاً سود خوار مال کی محبت میں ایسا بدمست اور مدہوش ہو جاتا ہے کہ اس کو مال کے جمع کرنے اور اور بڑھاتے رہنے میں اپنے تن بدن اور راحت و آرام کی بھی فکر نہیں رہتی۔ اہل و عیال دوست احباب کا تو ذکر کیا۔ عوام کی مصیبت اور افلاس اس کے لئے فراخی عیش کا ذریعہ بنتا ہے۔ جس چیز سے پوری قوم روتی ہے یہ اس سے خوش ہوتا ہے۔ یہ ایک قسم کی بے ہوشی ہے جس کو اس نے دنیا میں اپنے لئے اختیار کر رکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حشر میں اس کو اس کی اصلی صورت میں ظاہر کر کے کھڑا کر دیا۔

قرآن کریم کے الفاظ میں سُود کھانے کا ذکر ہے اور اس سے مراد مطلقاً سود سے

www.ahnafmedia.com

نفع اٹھانا ہے خواہ کھانے کی صورت میں ہو یا پینے اور استعمال کی صورت میں کیوں کہ عرف ومحاورہ میں اس کو کھانا ہی بولا جاتا ہے۔ ایک اور بھی وجہ اس لفظ کو اختیار کرنے کی ہے کہ کھانے کے علاوہ جتنے اور استعمال ہیں ان میں یہ احتمال رہتا ہے کہ استعمال کرنے والا متنبہ ہو کر اپنی غلطی سے باز آجائے اور جس چیز کو پہن کر یا برت کر ناجائز طور پر استعمال کر رہا تھا، اس کو صاحب حق کی طرف واپس کر دے لیکن کھانے پینے کا تصرف ایسا ہے کہ اس کے بعد اپنی غلطی پر متنبہ ہو کر بھی واپسی اور حرام سے سبکدوشی کا کوئی احتمال نہیں رہتا۔

آیتِ مذکورہ کے دوسرے جملہ میں سود خواروں کی مذکورہ سزا کا سبب یہ بتلایا گیا ہے کہ ان ناعاقبت اندیش لوگوں نے ایک تو یہ جرم کیا کہ سود جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا تھا اس میں مبتلا ہو گئے۔ پھر اس جرم کو دوہرا جرم اس طرح بنالیا کہ اپنی غلطی کا اعتراف کرنے کے بجائے اپنے فعل بد کو جائز اور سود کو حلال قرار دینے کے لئے لغو قسم کے حیلے تراشے۔ مثلاً یہ کہ بیوپار اور سود میں کیا فرق ہے جیسے تجارت اور بیوپار میں ایک چیز دوسری چیز کے معاوضہ میں نفع لے کر دی جاتی ہے اسی طرح ربوٰا میں اپنا روپیہ قرض دے کر اس کا نفع لیا جاتا ہے اگر کچھ بھی عقل وانصاف سے کام لیتے تو ان دونوں معاملوں میں زمین آسمان کا بون بعید نظر آجاتا، کیونکہ تجارت (بیع وشرا) میں دونوں طرف مال ہوتا ہے۔ ایک مال کے بدلے میں دوسرا مال لیا جاتا ہے اور قرض ادھار پر جو زیادتی بطور سود وربا کے لی جاتی ہے۔ اس کے مقابلہ میں مال نہیں بلکہ ایک میعاد ہے کہ اتنی میعاد تک اپنے پاس رکھو گے تو اتنا روپیہ زائد دینا پڑے گا اور میعاد کوئی مال نہیں جس کا معاوضہ اس زیادتی کو قرار دیا جائے بہر حال

ان لوگوں نے اپنے ایک جرم کو اس طرح کے بہانے نکال کر دو جرم بنا لیے۔ ایک قانون حق کی خلاف ورزی دوسرے اس قانون ہی کو غلط بتلانا۔ اس جگہ تقاضائے مقام یہ تھا کہ یہ لوگ یوں کہتے اِنَّمَا الرِّبٰوا مِثْلُ الْبَیْعِ یعنی سود مثل بیع و شرار کے ہے مگر ان لوگوں نے ترتیب کو برعکس کر کے اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا کہا جس میں ایک قسم کا استہزاء ہے کہ اگر سود کو حرام کہا جائے تو بیع کو بھی حرام کہنا پڑے گا۔

ابوحیان توحیدی کی تفسیر بحر محیط میں ہے کہ ایسا کہنے والے بنو ثقیف تھے جو طائف کے مشہور سرمایہ دار تاجر تھے اور ابھی تک مسلمان نہ ہوئے تھے۔

بیع اور ربوا میں بنیادی فرق

آیتِ مذکورہ کے تیسرے جملہ میں اہل جاہلیت کے اس قول کی تردید کی گئی ہے کہ بیع اور ربوا دونوں یکساں چیزیں ہیں اُن کا مطلب یہ تھا کہ ربوا بھی ایک قسم کی تجارت ہے ۔ جیسا کہ آج کی جاہلیت اُخریٰ والے بھی عموماً یہی کہتے ہیں کہ جیسے مکان، دوکان اور سامان کو کرایہ پر دے کر اس کا نفع لیا جاسکتا ہے تو سونے چاندی کو کرایہ پر دے کر اس کا نفع لینا کیوں جائز نہ ہو یہ بھی ایک قسم کا کرایہ یا تجارت ہے اور یہ ایسا ہی پاکیزہ قیاس ہے جیسے کوئی زنا کو یہ کہہ کر جائز قرار دے کہ یہ بھی ایک قسم کی مزدوری ہے۔ آدمی اپنے ہاتھ پاؤں وغیرہ کی محنت کر کے مزدوری لیتا ہے اور وہ جائز ہے تو ایک عورت اپنے جسم کی مزدوری لے لے تو یہ کیوں جرم ہے اس بیہودہ قیاس کا جواب علم و حکمت سے دینا علم و حکمت کی توہین ہے اس لئے قرآن کریم نے اس کا جواب حاکمانہ انداز میں بیان فرمایا کہ ان دونوں چیزوں کو ایک سمجھنا غلط ہے اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال اور ربوا کو حرام قرار دیا ہے۔

فرق کی وجہ قرآن نے بیان نہیں فرمائی اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ بیع وتجارت کے اصل مقصد میں غور کرو تو روز روشن کی طرح بیع و ربوٰ کا فرق واضح ہو جائے گا۔ دیکھیے انسان کی ضروریات کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ دنیا کا کوئی انسان کتنا ہی بڑا ہو اپنی تمام ضروریات خود پیدا یا جمع نہیں کر سکتا۔ اس لئے قدرت نے تبادلہ کا قانون جاری فرمایا اور اس کو انسانی فطرت کا جزء بنا دیا۔ مال اور محنت کے باہمی تبادلہ پر ساری دنیا کا نظام قائم فرما دیا۔ مگر اس تبادلہ میں ظلم و جور اور بے انصافی بھی ہو سکتی تھی اور ایسے تبادلے بھی ہو سکتے تھے جو انسانی اخلاق و شرافت اور پورے انسانی معاشرہ کے لئے تباہی کا باعث ہو سکتے ہیں جیسے عورت کا اپنے جسم کی مزدوری کے نام پر زنا کا مرتکب ہونا۔ اس لئے حق تعالیٰ نے اس کے لئے شرعی احکام نازل فرما کر ہر ایسے معاملے کو ممنوع قرار دے دیا جو کسی ایک فریق کے لئے مضر ہو یا جس کا ضرر پورے انسانی معاشرہ پر پہنچتا ہو۔ کتب فقہ میں بیع فاسد اور اجارہ فاسدہ شرکتِ فاسدہ کے ابواب میں سیکڑوں جزئیات جن کو ممنوع قرار دیا گیا ہے وہ اسی اصول پر مبنی ہیں کہ کسی صورت میں بائع و مشتری میں سے کسی ایک شخص کا ناجائز نفع اور دوسرے کا نقصان ہے اور کسی میں پوری ملت اور عوام کی مضرت ہے شخصی نفع نقصان کو تو کچھ نہ کچھ ہر انسان دیکھتا اور سوچتا بھی ہے مگر ضرر عامہ کی طرف کسی کی نظر نہیں جاتی۔ رب العالمین کا قانون سب سے پہلے عام عالم انسانیت کے نفع نقصان کو دیکھتا ہے اُس کے بعد شخصی نفع و ضرر کو۔ اس اصول کو سمجھ لینے کے بعد بیع و ربوٰ کے فرق پر نظر ڈالیے تو معلوم ہو گا کہ صورت کے اعتبار سے تو بات وہی ہے جو جاہلیت والوں نے کہی کہ ربوٰ بھی ایک قسم کی تجارت

ہے۔ مگر عواقب ونتائج پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ بیع وتجارت میں بائع ومشتری دونوں کا نفع اعتدال کے ساتھ پایا جاتا ہے اس کا مدار باہمی تعاون وتناصر پر ہے جو انسانی اخلاق وکردار کو بلند کرتا ہے بخلاف ربوا کے اس کا مدار ہی غرض پرستی اور اپنے مفاد پر دوسرے کے مفاد کو قربان کرنے پر ہے۔ آپ نے کبھی ایک لاکھ روپیہ قرض لے کر تجارت کی اگر اس میں عرف کے مطابق نفع ہوا تو سال بھر میں آپ کو تقریباً پچاس ہزار نفع کے ملے آپ اس عظیم نفع میں سے مال والے کو دو تین فی صد شرح سود کے حساب سے چند سیکڑے دے کر ٹال دیں گے باقی اتنا عظیم نفع خالص آپ کا ہوگا۔ اس صورت میں مال والا خسارہ میں رہا۔ اور اگر تجارت میں خسارہ آیا اور فرض کیجئے کہ راس المال بھی جاتا رہا تو آپ پر ایک لاکھ قرض کی ادائیگی ہی کچھ کم مصیبت نہیں ہے اب مال والا آپ کی مصیبت کو دیکھے بغیر آپ سے ایک لاکھ سے زائد سود بھی وصول کریگا۔ اس میں آپ خسارہ میں رہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ دونوں جانب سے صرف اپنے شخصی نفع کے سامنے دوسرے کے نقصان کی کوئی پرواہ نہ کرنے کا نام ربا اور سودی کاروبار ہے جو اصولِ تعاون اور تجارت کے خلاف ہے۔ حاصل یہ ہے کہ نفع کی منصفانہ تقسیم کا نام بیع وتجارت باہمی ہمدردی، تعاون، تناصر پر مبنی ہے اور ربوا خود غرضی، بے رحمی، ہوس پرستی پر پھر دونوں کو برابر کیسے کہا جا سکتا ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ ربوا کے ذریعہ ضرورت مند کی ضرورت پوری ہوتی ہے اس لئے یہ بھی ایک قسم کی امداد ہے۔ سو ظاہر ہے کہ یہ ایک ایسی امداد ہے جس میں اس ضرورت مند کی تباہی مضمر ہے۔ اسلام تو کسی کی ضرورت مفت کرنے کے بعد احسان جتلانے کو بھی ابطال صدقہ قرار دیتا ہے۔ (لاتبطلوا صدقاتکم بالمن والاذیٰ۔ وہ اس کو کیسے برداشت کرے کہ کسی کی ،

مصیبت سے فائدہ اٹھاکر اس کی وقتی امداد کے معاوضہ میں اس کو دائمی مصیبت میں گرفتار کر دیا جائے۔

(۲) اس کے علاوہ تجارت میں ایک شخص اپنا مال خرچ کر کے محنت اور ذہانت سے کام لے کر دوسروں کے لئے ضرورت کی اشیاء مہیا کرتا ہے۔ خریدار اس کے بدلے میں اصل مال کی قیمت پر کچھ نفع دے کر اپنی ضرورت کی چیزوں کا مالک بن جاتا ہے۔ اور اس لین دین کے بعد کوئی مطالبہ کسی کا نہیں رہتا۔

بخلاف ربوا کے کہ اول تو اس کی زیادتی کسی مال کے معاوضہ میں نہیں بلکہ قرض دے کر مہلت دینے کا معاوضہ ہے جو اسلامی اصول پر انتہائی گراوٹ ہے۔ کیوں کہ یہ مہلت بلا معاوضہ ہونی چاہئیے۔ اس کے علاوہ ربا کی زیادتی ایک مرتبہ ادا کرنے کے بعد بھی مدیون فارغ نہیں ہو جاتا بلکہ ہر سال یا ہر ماہ نئی زیادتی اُس کو دینا پڑتی ہے۔ یہاں تک کہ بعض اوقات یہ سلسلہ زیادتی کا اصل قرض سے بھی بڑھ جاتا ہے۔

(۳) بیع و تجارت دولت کی آزادانہ گردش کا ذریعہ ہے جس سے پوری ملت کو فائدہ پہنچتا ہے۔ بخلاف ربوا کے وہ گردش کو صرف چند سرمایہ داروں کے حلقہ میں محدود کر دیتا ہے جس سے پوری ملت فقر و افلاس کا شکار ہوتی ہے۔ تفسیر قرطبی میں انما البیع مثل الربٰوا کی تشریح میں فرمایا ہے۔

وذلک اَنَّ العَرَبَ کَانَتْ لَاتَعْرِفُ ربا الا ذلک (الی قولہ) فحرم سبحانہ ذلک ورد علیھم بقولہ واحل اللّٰہ البیع و حرم الربوا ؛

یعنی عرب کے لوگ صرف اسی کو ربا سمجھتے تھے کہ قرض کی مہلت کے معاوضہ میں

کوئی رقم لی جائے اور اس کو مثل بیع کے کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام قرار دیا ہے اور اُن کے خیال کی تردید اس طرح فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال اور ربا کو حرام قرار دیا ہے۔

اسی تفسیر میں اس کے بعد فرمایا:۔

وھٰذا الربٰوا ھو الذی نسخہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بقولہ یوم عرفۃ الا ان کل ربا موضوع ۔

یعنی یہی وہ ربا ہے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں یہ فرماکر منسوخ کیا کہ ہر ربا متروک ہے۔

آیت متذکرہ کا چوتھا جملہ فَمَنْ جَآءَہٗ مَوْعِظَۃٌ مِّنْ رَّبِّہٖ فَانْتَھٰی فَلَہٗ مَا سَلَفَ وَاَمْرُہٗٓ اِلَی اللّٰہِ، اس میں ایک اشکال کا جواب ہے جو حرمت ربوٰا نازل ہونے کے بعد لازمی طور پر مسلمانوں کو پیش آتا، وہ یہ کہ سود ربوٰا حرام قرار دے دیا گیا، تو جن لوگوں نے حرمت ربوٰا نازل ہونے سے پہلے یہ کاروبار کرکے کھایا پایا یا مکان جائیداد بنائی یا نقد روپیہ جمع کیا، وہ سب کا سب بھی اب حرام ہوگیا تو پچھلے زمانہ میں سود سے حاصل کیا ہوا مال یا جائیداد کسی کے قبضہ میں ہے۔ اب اس کو بھی واپس کرنا چاہیئے۔ قرآن کریم کے اس فیصلہ نے بتلادیا، کہ آیاتِ حرمت نازل ہونے سے پہلے جو اموال سود ربوٰا کے ذریعہ حاصل کرلئے گئے ہیں اُن پر اس حرمت کا اطلاق نہیں ہوگا۔ بلکہ وہ سب جائز طور پر اپنے اپنے مالکوں کی ملکیت میں رہیں گے۔ مگر شرط یہ ہے کہ آئندہ کے لئے وہ دل سے توبہ کرچکا ہو۔ اور چونکہ دلوں کا بھید اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اسی لئے یہ معاملہ اسی کے سپرد رہے گا، کہ توبہ اخلاص اور سچی نیت کے ساتھ کرلی ہے یا نہیں کسی

www.ahnafmedia.com

انسان کو ایک دوسرے پر یہ الزام لگانے کا حق نہیں ہوگا کہ فلاں آدمی نے دل سے توبہ نہیں کی، محض ظاہری طور پر سود چھوڑ دیا ہے۔

آیت کے پانچویں جملہ میں ارشاد ہے وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ۔ یعنی جو لوگ اس حکم قرآنی کے نازل ہونے کے بعد بھی پھر سود کا لین دین کریں اور اپنی طبع زاد لغو تاویلوں کے ذریعہ سود کو حلال کہیں وہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہیں گے کیونکہ حرام قطعی کو حلال قرار دینا کفر ہے۔ اور کفر کی سزا دائمی جہنم ہے۔

دوسری آیت (سورہ بقرہ ۲۷۶)

یَمْحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰوا وَ	مٹا دیتا ہے اللہ تعالیٰ سود کو اور
یُرْبِی الصَّدَقٰتِ وَاللّٰہُ لَا	بڑھاتا ہے صدقات کو اور اللہ تعالیٰ
یُحِبُّ کُلَّ کَفَّارٍ	پسند نہیں کرتا کسی کفر کرنے، گناہ کے
اَثِیْمٍ ؁	کام کرنے والے کو۔

اس آیت کا مضمون یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتے ہیں اور صدقات کو بڑھاتے ہیں۔ یہاں سود کے ساتھ صدقات کا ذکر ایک خاص مناسبت سے لایا گیا ہے کہ سود اور صدقہ دونوں کی حقیقت میں بھی تضاد ہے اور ان کے نتائج بھی متضاد ہیں اور عموماً ان دونوں کاموں کے کرنے والوں کی غرض و نیت اور حالات وکیفیات بھی متضاد ہوتے ہیں۔

حقیقت کا تضاد تو یہ ہے کہ صدقہ میں تو بغیر کسی معاوضہ کے اپنا مال دوسروں کو دیا جاتا ہے اور سود میں بغیر کسی مالی معاوضہ کے دوسرے کا مال لیا جاتا ہے اور

دونوں کاموں کے کرنے والوں کی نیت اور غرض اس لئے متضاد ہے کہ صدقہ کرنے والا محض اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی اور ثواب آخرت کے لئے اپنے مال کو کم یا ختم کر دینے کا فیصلہ کرتا ہے ، اور سود لینے والا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بے پروا ہوکر اپنے موجودہ مال پر ناجائز زیادتی کا خواہش مند ہے اور نتائج کا متضاد ہونا قرآنِ کریم کی اس آیت سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ سود سے حاصل شدہ مال کو یا اس کی برکت کو مٹا دیتے ہیں ۔ اور صدقہ کرنے والے کے مال کو یا اس کی برکت کو بڑھا دیتے ہیں ، جس کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ مال کی ہوس کرنے والے کا اصل مقصد پورا نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والا جو اپنے مال کی کمی پر راضی تھا اس کے مال میں برکت ہوکر اس کا مال یا اس کے ثمرات و فوائد بڑھ جاتے ہیں اور کیفیات کا تضاد یہ ہے کہ صدقہ کرنے والے کو دین کے دوسرے کاموں کی بھی توفیق ہوتی ہے اور سود خوار ان سے عموماً محروم رہتا ہے ۔

سود کے مٹانے اور صدقات کے بڑھانے کا مطلب

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ آیت میں سود کے مٹانے اور صدقات کو بڑھانے کا کیا مطلب ہے ۔ ظاہری طور پر تو یہ بات مشاہدے کے خلاف ہے ایک سود خوار کے سو روپیہ میں جب سود کے پانچ روپے شامل ہوئے تو وہ ایک سو پانچ ہو گئے اور صدقہ دینے والے نے جو سو روپیہ میں سے پانچ کا صدقہ کر دیا تو اس کے پچانوے رہ گئے ۔ کوئی حساب داں اکاؤنٹنٹ پہلے کو کم اور دوسرے کو زیادہ کہے تو لوگ اسے دیوانہ کہیں گے لیکن قرآن کی یہ آیت سود خوار کے ایک سو پانچ کو صدقہ دینے والے کے پچانوے سے کم قرار دیتی ہے ۔

اسی طرح ایک حدیث میں ارشاد ہے :۔

مَانقصت صدقۃ من مال — کوئی صدقہ کسی مال میں سے کچھ گھٹاتا نہیں۔ (رواہ مسلم)

اس میں بھی یہی سوال ہے کہ یہ بات بظاہر مشاہدہ کے خلاف ہے کیونکہ جو رقم صدقہ میں دی جاتی ہے وہ از روئے حساب اصل میں سے کم ہو جاتی ہے اس کا ایک سیدھا سادہ جواب تو یہ ہے کہ صدقہ کا بڑھانا اور سود کا گھٹانا جس کا آیتِ مذکورہ میں ذکر ہے ۔ اس کا تعلق دنیا سے نہیں بلکہ آخرت کا حکم ہے کہ آخرت میں جہاں حقائق کھل کر سامنے آویں گی اس وقت معلوم ہو جائے گا کہ سود کے ذریعہ بڑھائے ہوئے مال کی کوئی قیمت وحیثیت نہیں رہی بلکہ وہ اپنے کمانے والے کے لئے وبال وعذاب بنا ہے اور صدقہ میں دیا ہوا مال اگرچہ تھوڑا دیا گیا تھا وہ بڑھ چڑھ کر اس کے حساب میں بہت زیادہ ہو گیا۔ عامۂ مفسرین نے آیتِ مذکورہ کی یہی توجیہ فرمائی ہے۔ لیکن ان میں سے اہل تحقیق حضرات کا ارشاد یہ ہے کہ یہ حکم دنیا و آخرت دونوں میں ہے ۔ اور دنیا میں سود کا گھٹنا اور صدقہ کا بڑھنا گو حساب وشمار کے اعتبار سے مشاہدہ میں نہ آئے لیکن مال ودولت کے اصل مقصود کے اعتبار سے بالکل واضح اور مشاہدہ وتجربہ سے ثابت ہے توضیح اس کی یہ ہے کہ سونا چاندی خود تو انسان کی کسی بھی ضرورت کو پورا نہیں کرسکتے نہ ان سے انسان کی بھوک پیاس بجھتی ہے نہ وہ اوڑھنے بچھانے اور پہننے برتنے کا کام دیتے ہیں نہ دھوپ اور بارش وغیرہ سے سر چھپانے کا کام ان سے لیا جا سکتا۔ اس مال ودولت کا کام تو صرف یہ ہے کہ ان کے ذریعہ سے انسان اپنی ضروریات بازار سے خرید کر آرام حاصل کر سکتا ہے۔

اس میں یہ بات ناقابل تردید مشاہدوں اور تجربوں سے ثابت ہے کہ صدقات وزکوۃ میں خرچ کرنے والے کے مال میں اللہ تعالیٰ ایسی برکت عطا فرما دیتے ہیں کہ اس کے نوے روپیہ میں اتنے کام نکل جاتے ہیں جو دوسروں کے سو میں بھی نہ نکل سکیں ایسے آدمی کے مال پر عادۃ اللہ کے مطابق آفتیں نہیں آتیں یا بہت کم آتی ہیں اس کا پیسہ بیماریوں کے اخراجات مقدمہ بازی، تھیٹر، سینما، ٹیلی ویژن وغیرہ کی فضولیات میں نہیں ضائع ہوتا۔ فیشن پرستی کے اسراف سے محفوظ ہوتا ہے اور معنوی طور پر بھی اس کی ضروریات دوسروں کی بہ نسبت کم قیمت سے مہیا ہو جاتی ہیں۔

اس لئے اس کے نوے روپیہ نتیجہ اور مقصد کے اعتبار سے حرام آمدنی کے سو روپیہ سے زائد ہو گئے۔ صورت حساب کے اعتبار سے تو جب کسی نے سو روپیہ میں سے دس کا صدقہ کر دیا تو اس کا عدد گھٹ کر نوے رہ گیا مگر حقیقت اور مقصد کے اعتبار سے اس کا ایک ذرہ نہیں گھٹا۔ یہی مطلب ہے حدیث مذکور کا جس میں ارشاد ہے کہ صدقہ سے مال گھٹتا نہیں بلکہ اس کے نوے روپے سو روپے سے بھی زیادہ کام دے جائیں۔ تو یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ اس کا مال بڑھ گیا کہ نوے روپیہ نے اتنے کام پورے کر دیئے جتنے ایک سو دس میں ہوتے ہیں۔ عام طور پر مفسرین نے فرمایا کہ یہ سود کا مٹانا اور صدقہ کا بڑھانا آخرت کے متعلق ہے کہ سود خوار کو اس کا مال آخرت میں کچھ کام نہ آئے گا، بلکہ اس پر وبال بن جائے گا۔ اور صدقہ خیرات کرنے والوں کا مال آخرت میں ان کے لئے ابدی نعمتوں اور راحتوں کا ذریعہ بنے گا اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ جس میں شک وشبہ کی بالکل گنجائش نہیں۔ اور بہت سے مفسرین نے فرمایا کہ سود کا مٹانا اور صدقہ کا بڑھانا

آخرت کے لئے تو ہے ہی، مگر اس کے کچھ آثار دنیا میں بھی مشاہد ہو جاتے ہیں۔ سود جس مال میں شامل ہو جاتا ہے بعض اوقات تو وہ مال خود ہلاک و برباد ہو جاتا ہے اور پچھلے مال کو بھی ساتھ لے جاتا ہے، جیسا کہ ربوا اور سٹے کے بازاروں میں اس کا اکثر مشاہدہ ہوتا رہتا ہے کہ بڑے بڑے کروڑپتی اور سرمایہ دار دیکھتے دیکھتے دیوالیہ اور فقیر بن جاتے ہیں۔ بے سود کی تجارتوں میں بھی نفع و نقصان کے احتمالات ضرور ہیں اور بہت سے تاجروں کو نقصان بھی کسی تجارت میں ہو جاتا ہے لیکن ایسا نقصان کہ ایک تاجر جو کل کروڑپتی تھا اور آج ایک ایک پیسہ کی بھیک کا محتاج ہے۔ یہ صرف سود اور سٹے کے بازاروں ہی میں نظر آتا ہے اور اہل تجربہ کے بیشمار بیانات اس بات میں مشہور و معروف ہیں کہ سود کا مال فوری طور پر کتنا ہی بڑھ جائے لیکن وہ عموماً پائیدار اور دیر تک باقی نہیں رہتا۔ جس کا فائدہ اولاد اور نسلوں میں چلے۔ اکثر کوئی نہ کوئی آفت پیش آ کر اس کو برباد کر دیتی ہے۔ بعض نے فرمایا کہ ہم نے بزرگوں سے سنا ہے کہ سود خوار پر چالیس سال گذرنے نہیں پاتے کہ اس کے مال پر محاق (گھاٹا) آ جاتا ہے۔

سود کے مال کی بے برکتی

اور اگر ظاہری طور پر مال برباد بھی نہ ہوا اس کے فوائد اور برکات و ثمرات سے محرومی تو یقینی اور لازمی ہے کیونکہ یہ بات کچھ مخفی نہیں کہ سونا چاندی خود نہ تو مقصود ہے نہ کارآمد نہ اس سے کسی کی بھوک مٹ سکتی ہے نہ پیاس نہ اس کو گرمی سردی سے بچنے کے لئے اوڑھا بچھایا جا سکتا ہے۔ نہ کپڑوں اور برتنوں کا کام دے سکتا ہے۔ پھر اس کو حاصل کرنے اور محفوظ رکھنے میں ہزاروں مشقتیں اٹھانے کا منشاء

ایک عقلمند انسان کے نزدیک اس کے سوا نہیں ہو سکتا، کہ سونا چاندی ذریعہ ہیں ایسی چیزوں کے حاصل ہونے کا جن سے انسان کی زندگی خوشگوار بن سکے اور وہ راحت و عزت کی زندگی گذار سکے اور انسان کی فطری خواہش ہوتی ہے کہ یہ راحت و عزت جس طرح اسے حاصل ہوئی اسی طرح اس کی اولاد اور متعلقین کو بھی حاصل ہو۔ یہی وہ چیزیں ہیں جو مال و دولت کے فوائد و ثمرات کہلا سکتی ہیں۔ اس کے نتیجے میں یہ کہنا بالکل صحیح ہوگا، کہ جس شخص کو یہ فوائد و ثمرات حاصل ہوئے اس کا مال حقیقت کے اعتبار سے بڑھ گیا۔ اگرچہ دیکھنے میں کم نظر آئے اور جس کو یہ فوائد و ثمرات کم حاصل ہوئے۔ اس کا مال حقیقت کے اعتبار سے گھٹ گیا۔ اگرچہ دیکھنے میں زیادہ نظر آئے۔ اس بات کو سمجھ لینے کے بعد سود کے کاروبار اور صدقہ وخیرات کے اعمال کا جائزہ لیجئے تو یہ بات آنکھوں سے نظر آجائے گی کہ سود خوار کا مال اگرچہ بڑھتا ہوا نظر آتا ہے مگر وہ بڑھنا ایسا ہے جیسے کسی انسان کا بدن ورم سے بڑھ جائے۔ ورم کی زیادتی بھی تو بدن ہی کی زیادتی ہے مگر کوئی سمجھدار انسان اس زیادتی کو پسند نہیں کر سکتا، کیوں کہ وہ جانتا ہے کہ یہ زیادتی موت کا پیغام ہے۔ اسی طرح سود خوار کا مال کتنا ہی بڑھ جائے مگر مال کے فوائد و ثمرات یعنی راحت و عزت سے ہمیشہ محروم رہتا ہے۔

سود خواروں کی ظاہری خوشحالی دھوکہ ہے

یہاں شاید کسی کو یہ شبہ ہو کہ آج تو سود خواروں کو بڑی سے بڑی راحت حاصل ہے، وہ کوٹھیوں، بنگلوں کے مالک ہیں۔ عیش و آرام کے سارے سامان مہیا ہیں، کھانے پینے اور رہنے سہنے کی ضروریات، بلکہ فضولیات، بھی سب ان کو حاصل ہیں۔ نوکر چاکر اور شان و شوکت کے تمام سامان موجود ہیں۔ لیکن

www.ahnafmedia.com

غور کیا جائے تو ہر شخص سمجھ لے گا کہ سامانِ راحت اور راحت میں بڑا فرق ہے سامان راحت تو فیکٹریوں اور کارخانوں میں بنتا اور بازاروں میں بکتا ہے وہ سونے چاندی کے عوض حاصل ہو سکتا ہے لیکن جس کا نام راحت ہے وہ نہ کسی فیکٹری میں بنتی ہے نہ کسی منڈی میں بکتی ہے وہ ایک ایسی رحمت ہے جو براہِ راست حق تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتی ہے جو بعض اوقات بے سرو سامان انسان بلکہ جانور کو بھی دے دی جاتی ہے۔ اور بعض اوقات ہزاروں اسباب و سامان کے باوجود حاصل نہیں ہو سکتی۔ ایک نیند کی راحت کو دیکھ لیجئے کہ اس کو حاصل کرنے کے لئے آپ یہ تو کر سکتے ہیں کہ سونے کے لئے مکان کو بہتر سے بہتر بنائیں۔ اس میں ہوا، اور روشنی کا پورا اعتدال ہو مکان کا فرنیچر دیدہ زیب اور دل خوش کن ہو، چارپائی اور گدّے تکیے حسبِ منشا ہوں لیکن کیا نیند آجانا ان سامانوں کے مہیا ہونے پر لازمی ہے اگر آپ کو کبھی اتفاق نہ ہوا ہو تو ہزاروں وہ انسان اس کا جواب نفی میں دیں گے جن کو کسی عارضہ سے نیند نہیں آتی۔ یہ سارے سامان دھرے رہ جاتے ہیں۔ خواب آور دوائیں بھی بعض اوقات جواب دے دیتی ہیں، نیند کے سامان تو آپ بازار سے خرید لائے، لیکن نیند آپ کسی بازار سے کسی قیمت پر نہیں لا سکتے۔ اسی طرح دوسری راحتوں اور لذتوں کا حال ہے۔ ان کے سامان تو روپیہ پیسہ کے ذریعہ حاصل ہو سکتے ہیں مگر راحت و لذت کا حاصل ہو جانا ضروری نہیں۔

یہ بات سمجھ لینے کے بعد سود خواروں کے حالات کا جائزہ لیجئے تو ان کے پاس آپ کو سب کچھ ملے گا، مگر راحت کا نام نہ پائیں گے، وہ اپنے کروڑ کو ڈیڑھ کروڑ اور ڈیڑھ کروڑ کو دو کروڑ بنانے میں ایسے مست نظر آتے ہیں، کہ اُن کو اپنے کھانے پینے کا

ہوش ہے نہ اپنی بیوی بچوں کا، کئی کئی بل چل رہے ہیں، دوسرے ملکوں سے جہاز آرہے ہیں، ان کی ادھیڑ بن ہی میں صبح سے شام اور شام سے صبح ہو جاتی ہے۔ افسوس ہے کہ ان دیوانوں نے سامان راحت ہی کا نام راحت سمجھ لیا ہے اور در حقیقت راحت سے کوسوں دور ہو گئے۔ اگر یہ مسکین راحت کی حقیقت پر غور کرتے تو یہ اپنے آپ کو سب سے زیادہ مفلس محسوس کرتے۔ ہمارے محترم مجذوبؔ صاحب نے خوب فرمایا ہے ؎

کچھ بھی مجنوں جو بصیرت تجھے حاصل ہو جائے ÷ تو نے لیلیٰ جسے سمجھا ہے وہ محمل ہو جائے

یہ حال تو ان کی راحت کا ہے اب عزت کو دیکھ لیجئے۔ یہ لوگ چونکہ سخت دل، بے رحم ہو جاتے ہیں ان کا پیشہ ہی یہ ہوتا ہے کہ مفلسوں کی مفلسی سے یا کم مایہ لوگوں کی کم مائیگی سے فائدہ اٹھائیں، ان کا خون چوس کر اپنے بدن کو پالیں اس لئے ممکن نہیں کہ لوگوں کے دلوں میں ان کی کوئی عزت و وقار ہو۔ اپنے ملک کے بنیوں اور یورپ وافریقہ مصر و شام کے یہودیوں کی تاریخ پڑھ جائیے۔ ان کے حالات کو دیکھ لیجئے۔ ان کی تجوریاں کتنے ہی سونے چاندی، اور جواہرات سے بھری ہوں لیکن دنیا کے کسی گوشے میں انسانوں کے کسی طبقہ میں ان کی کوئی عزت نہیں بلکہ ان کے اس عمل کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عوام کے دلوں میں ان کی طرف سے بغض و نفرت پیدا ہوتی ہے اور آج کل تو دنیا کی ساری جنگیں اسی بغض و نفرت کے مظاہرے ہیں۔ محنت و سرمایہ کی جنگ نے ہی دنیا میں اشتراکیت اور اشتمالیت کے نظریئے پیدا کئے۔ کمیونزم کی تخریبی سرگرمیاں اسی بغض و نفرت کا نتیجہ ہیں، جن سے پوری دنیا قتل و قتال و جنگ و جدال کا جہنم بن کر رہ گئی ہے۔ یہ حال تو ان کی راحت و عزت کا ہے۔ اور

www.ahnafmedia.com

تجربہ شاہد ہے کہ سود کا مال سود خوار کی آنے والی نسلوں کی زندگی بھی خوشگوار نہیں بننے دیتا، یا ضائع ہو جاتا ہے یا اس کی نحوست سے وہ بھی مال و دولت کے حقیقی ثمرات سے محروم و ذلیل رہتے ہیں۔

یورپین اقوام کی سودخواری سے دھوکہ نہ کھائیں

لوگ شاید یورپ کے سودخواروں کی مثال سے فریب میں آئیں کہ وہ لوگ تو سب کے سب خوش حال ہیں اور ان کی نسلیں بھی پھولتی پھلتی ہیں، لیکن اول تو ان کی خوشحالی کی حقیقت اور اس میں جو سامانِ راحت کو راحت سمجھ بیٹھنے کا فریب ہے اس کا اجمالی خاکہ عرض کر چکا ہوں۔ دوسرے اس کی مثال تو ایسی ہے کہ کوئی مردم خور دوسرے انسانوں کا خون چوس کر اپنا بدن پالتا ہو اور ایسے کچھ انسانوں کی ایک جماعت ایک محلہ میں آباد ہو جائے۔ آپ کسی کو اس محلہ میں لے جا کر خون چوسنے کے برکات کا مشاہدہ کرائیں کہ یہ سب کے سب بڑے صحت منداور سرسبز وشاداب ہیں۔ لیکن ایک عقلمند آدمی کو جو پوری انسانیت کی فلاح کا خواہش مند ہے۔ صرف اس محلہ کو دیکھتا نہیں بلکہ اس کے مقابل ان بستیوں کو بھی دیکھتا ہے جن کا خون چوس کر ان کو ادھموا کر دیا گیا ہے اس محلہ اور ان بستیوں کے مجموعہ پر نظر ڈالنے والا کبھی اس محلہ والوں کے فربہ ہونے پر خوش نہیں ہو سکتا، اور مجموعی حیثیت سے ان کے عمل کو انسانی ترقی کا ذریعہ نہیں بتا سکتا۔ کیونکہ اس کے سامنے جہاں یہ مردم خوار درندے فربہ نظر آرہے ہیں وہیں دوسری بستیوں میں ان کی ماری ہوئی زندہ لاشیں بھی نظر آرہی ہیں، پوری انسانیت پر نظر رکھنے والا انسان، اس کو انسان کی ہلاکت و بربادی ہی کہنے پر مجبور ہوگا۔

"اس کے بالمقابل صدقہ خیرات کرنے والوں کو دیکھئے
کہ اُن کو کبھی اس طرح مال کے پیچھے حیران و سرگرداں نہ پائیں
گے، اُن کو راحت کے سامان اگرچہ کم حاصل ہوں مگر
اصل راحت سامان والوں سے بھی زیادہ حاصل ہے اطمینان
اور سکون قلب جو اصلی راحت ہے ان کو بہ نسبت دوسروں کے
زیادہ حاصل ہوگا اور دنیا میں ہر انسان ان کو عزت کی نظر سے
دیکھے گا۔"

خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت میں جو یہ ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا اور صدقہ کو بڑھاتا ہے۔ یہ مضمون آخرت کے اعتبار سے تو بالکل صاف ہے ہی، دنیا کے اعتبار سے بھی اگر حقیقت ذرا سمجھنے کی کوشش کی جائے تو بالکل کھلا ہوا ہے۔ یہی ہے مطلب اس حدیث کا جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اِنَّ الرِّبٰوا وَاِنْ کَثُرَ فَاِنَّ عَاقِبَتَهٗ تَصِیْرُ اِلٰی قُلٍّ یعنی سود اگرچہ کتنا ہی زیادہ ہو جائے مگر انجام کار اس کا نتیجہ قلت ہے۔ یہ روایت مسند احمد اور ابن ماجہ میں مذکور ہے۔ آیت کے اخیر میں ارشاد ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِیْمٍ یعنی اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے کسی کفر کرنے والے کو، کسی گناہ کا کام کرنے والے کو۔

اس میں اشارہ فرمادیا کہ جو لوگ سود کو حرام ہی نہ سمجھیں وہ کفر میں مبتلا ہیں اور جو حرام سمجھنے کے باوجود عملاً اس میں مبتلا ہیں وہ گناہ گار فاسق ہیں۔

www.ahnafmedia.com

تیسری اور چوتھی آیتیں

(بقرۃ ۲۷۸، ۲۷۹)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (۲۷۸)

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور جو کچھ سود کا بقایا ہے اس کو چھوڑ دو۔ اگر تم ایمان والے ہو؛

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَ لَا تُظْلَمُوْنَ (۲۷۹)

پھر اگر تم اس پر عمل نہ کرو تو اعلانِ جنگ سن لو، اللہ اور اس کے رسول کا اور اگر تم توبہ کر لو تو تمہارے اصل اموال مل جائیں گے۔ نہ تم کسی پر ظلم کرنے پاؤ گے اور نہ کوئی دوسرا تم پر ظلم کرنے پائے گا۔

ان دونوں آیتوں کا شانِ نزول رفعِ شبہات کے ذیل میں ابھی آپ دیکھ چکے ہیں کہ قبیلہ بنو ثقیف جو سودی کاروبار میں سب سے زیادہ معروف تھے اور جنھوں نے بحالتِ کفر کہا تھا کہ اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا جب ۹ھ میں یہ مسلمان ہو گئے اور ایک دوسرا قبیلہ بنو مغیرہ ان کا حریف تھا وہ بھی مسلمان ہو چکا تھا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد سودی کاروبار تو سبھی نے چھوڑ دیا تھا لیکن پچھلے معاملات میں بنو ثقیف کے سود کی رقم بنو مغیرہ کے ذمہ لازم تھی۔ انہوں نے اپنے بقایا سود کا مطالبہ بنو مغیرہ سے کیا۔ انہوں نے انکار کیا تو معاملہ امیر مکہ کی معرفت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا۔ (درمنثور عن ابن عباس)

www.ahnafmedia.com

اسی طرح حضرت عباس رضؓ اور خالدؓ بن ولید کا شرکت میں کاروبار تھا۔ ان کی بھی پچھلے سود کے حساب میں بہت بڑی رقم بنو ثقیف کے ذمہ واجب الادا تھی (در منثور ابن جریر)

اسی طرح حضرت عثمان غنی رضؓ کا کچھ سابقہ مطالبہ ایک دوسرے تاجر کے ذمہ تھا۔ سابقہ سود کے مطالبات آپس میں ہوئے۔ اس پر یہ دو آیتیں نازل ہوئیں جن کا حاصل یہ ہے کہ سود کی حرمت نازل ہونے کے بعد سود کی بقایا رقم کا لین دین بھی جائز نہیں۔ صرف اتنا جائز ہے کہ حکم حرمت سے پہلے جو سود لیا دیا جا چکا تھا اور اس سے حاصل شدہ جائیداد سامان یا نقد جن لوگوں کے پاس تھا وہ حسب تصریح آیتِ سابقہ ان کے لئے جائز رکھا گیا ہے اور جو ابھی تک وصول نہیں ہوا، اس کا وصول کرنا جائز نہیں۔

سب حضرات نے یہ حکم قرآنی سن کر اس کے مطابق اپنے مطالبات چھوڑ دیئے اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاملہ سود کی اہمیت اور اس میں پیش آنے والے نزاعات کے پیش نظر اس مسئلہ کا اعلان حجۃ الوداع کے اس خطبہ میں فرمایا جو اسلام میں ایک دستور اور منشور کی حیثیت رکھتا ہے جو تقریباً ڈیڑھ لاکھ صحابہ کرام رضؓ کے آخری مجمع کے سامنے کیا گیا۔ اس میں آپ نے لوگوں کے دلوں کے شبہات مٹانے اور سابقہ قتل و خون کے مطالبات چھوڑ دینے اور سود کی سابقہ رقوم سے دست برداری کو آسان کرنے کے لئے ارشاد فرمایا۔

"خوب سمجھ لو کہ جاہلیت کی ساری رسمیں میرے قدموں کے نیچے مسل دی گئی ہیں اور زمانۂ جاہلیت کے باہمی قتل و خون کے انتقام آئندہ کے لئے ختم کر دیئے گئے (کہ مجھ سے پہلے زمانہ کے کسی قتل کا کوئی آئندہ کسی سے انتقام نہ لے گا) اور سب سے

پہلا انتقام ہم اپنے رشتہ دار خاص ربیعہ ابن حارث کا چھوڑتے ہیں جو قبیلہ بنی سعد میں رضاعت کے لئے دیئے ہوئے تھے ہذیل نے اُن کو قتل کر دیا تھا۔ اسی طرح زمانہ جاہلیت کا سود چھوڑ دیا گیا اور سب سے پہلا سود جو چھوڑا گیا وہ (ہمارے چچا) حضرت عباسؓ کا ہے کہ وہ (بڑی رقم ہونے کے باوجود) سب کا سب معاف کر دیا گیا۔"

ان دونوں آیتوں میں پہلی آیت کو یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ سے شروع کیا گیا ہے جس میں خوفِ خدا کا حوالہ دے کر آنے والے حکم یعنی سود کو آسان کرنے کی تدبیر کی گئی ہے کیونکہ خوفِ خدا و آخرت ہی ایسی چیز ہے جس سے انسان کے لئے ہر مشکل چیز آسان اور سب تلخیاں شیریں ہو جاتی ہیں۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوا یعنی چھوڑ دو جو کچھ باقی رہ گیا ہے سود۔ اس کے آخر میں تاکید شدید کے لئے ارشاد فرمایا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ یعنی اگر تم مسلمان ہو جس میں اس کی طرف اشارہ کر دیا کہ سود کی پچھلی رقم وصول کرنا بھی مسلمان کا کام نہیں۔

اس کے بعد دوسری آیت میں اس حکم کی مخالفت کرنے والوں کو سخت وعید سنائی گئی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ اگر تم نے سود کو نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ سن لو۔ یہ وعید شدید ایسی ہے کہ کفر کے سوا کسی بڑے سے بڑے جرم و گناہ پر ایسی وعید کہیں قرآن و حدیث میں نہیں جس سے سود خواری کے گناہ کا انتہائی شدید اور سخت ہونا ثابت ہوا۔

اس آیت کے آخر میں ارشاد فرمایا وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ۔ یعنی اگر تم سود سے توبہ کرلو اور آئندہ کے لئے سود کی بقایا رقم چھوڑنے کا بھی عزم کرلو تو تمہیں تمہارے راس المال ملجائیں گے، نہ تم اصل راس المال سے زائد حاصل کرکے کسی پر ظلم کرنے پاؤ گے اور نہ کوئی اصل راس المال میں کمی یا دیر کرکے تم پر ظلم کرنے پائے گا۔

اس میں راس المال سے زائد رقم یعنی سود لینے کو ظلم فرماکر حرمت سود کی علت کی طرف اشارہ فرمادیا کہ قرض دے کر اس پر نفع لینا ظلم ہے۔ اگر شخصی سود ہے تو خاص ایک غریب پر ظلم ہوا، اور تجارتی سود ہے تو پوری خلق خدا اور پوری ملت پر ظلم ہے جیسا کہ دوسری آیت کی تفسیر میں آپ دیکھ چکے ہیں۔

یہاں ایک بات یہ غور طلب ہے کہ اس آیت میں راس المال ملنے کے لئے بھی یہ شرط لگائی گئی ہے کہ سود سے توبہ کرلو۔ جس کا مفہوم یہ نکلتا ہے کہ اگر سود سے توبہ نہ کی تو اصل راس المال بھی ضبط ہوجائے گا۔

اس کی تشریح علماء تفسیر اور فقہاء رحمہم اللہ نے یہ کی ہے کہ سود سے توبہ نہ کرنے کی بہت سی صورتیں ایسی بھی ہیں جن میں اصل راس المال بھی ضبط ہوسکتا ہے مثلاً سود کو حرام ہی نہ سمجھے تو یہ قرآن کے قطعی حکم کی خلاف ورزی، قانون شکنی کے انداز میں مخالف جتھ بناکر کی جائے تو ایسا کرنے والے باغی ہیں اور باغیوں کا مال بھی ضبط کرکے بیت المال میں امانت رکھ دیا جاتا ہے، کہ جب وہ توبہ کرلیں اور بغاوت چھوڑدیں اس وقت ان کو دیا جائے۔

غالباً ایسی قسم کی صورتوں کی طرف اشارہ کرنے کے لئے اِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ

رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ فرمایا گیا ہے یعنی اگر تم توبہ نہ کرو گے تو اصل راس المال بھی ضبط ہو سکتا ہے

پانچویں آیت (آلِ عمران ۱۲۳)

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوا اَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔

یعنی اے ایمان والو! سود مت کھاؤ کئی حصے زائد اور اللہ سے ڈرو، امید ہے کہ تم کامیاب ہو۔

اس آیت کے نزول کا ایک خاص واقعہ ہے کہ جاہلیت عرب میں سود خواری کا عام طور پر یہ طریقہ تھا کہ ایک خاص میعاد معین کے لئے ادھار سود پر دیا جاتا تھا اور جب وہ میعاد آگئی اور قرض دار اس کی ادائیگی پر قادر نہ ہوا تو اس کو مزید مہلت اس شرط پر دی جاتی تھی کہ سود کی مقدار بڑھا دی جائے۔ اس طرح دوسری میعاد پر بھی ادائیگی نہ ہوئی، تو سود کی مقدار اور بڑھا دی۔ یہ واقعہ عام کتب تفسیر میں بالخصوص لبابُ النقول میں بروایت مجاہد مذکور ہے۔

جاہلیتِ عرب کی اس ملت کُش رسم کو مٹانے کے لئے یہ آیت نازل ہوئی اس لئے اس میں اضعافاً مضاعفۃً، یعنی کئی حصے زائد فرما کر اُن کے مروّجہ طریقے کی مذمت اور ملت کُشی و خود غرضی پر متنبہ فرما کر اس کو ممنوع قرار دیا۔ اس کے معنی یہ نہیں کہ اضعاف و مضاعف نہ ہو تو حرام نہیں کیونکہ سورۂ بقرہ اور نساء میں مطلقًا ربٰوا کی حرمت صاف صاف مذکور ہے۔ اضعاف و مضاعف ہو یا نہ ہو۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے قرآنِ کریم میں جا بجا فرمایا ہے لَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا یعنی میری آیتوں کے بدلے میں تھوڑی سی قیمت مت لو، اس میں تھوڑی سی قیمت اس لئے فرمایا کہ آیاتِ الٰہیہ کے بدلے

اگر ہفت اقلیم کی سلطنت بھی لے لے تو وہ بھی تھوڑی ہی قیمت ہوگی۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ قرآن کی آیت کے بدلے میں تھوڑی قیمت لینا حرام ہے اور زیادہ لینا جائز۔ اس طرح اس آیت میں اَضْعَافاً مُضَاعَفَۃً کا لفظ ان کے شرمناک طریقہ پر نکیر کرنے کے لئے لایا گیا ہے۔ حرمت کی شرط یا قید نہیں۔

اگر سود کے مروجہ طریقوں پر غور کیا جائے تو یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ جب سود خواری کی عادت بڑھ جائے تو پھر سود تنہا سود نہیں رہتا بلکہ لازماً اضعاف مضاعف ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جو رقم سود سے حاصل ہو کر سود خوار کے مال میں شامل ہوئی، اب سود کی اس زائد رقم کو بھی سود پر چلایا جائے گا۔ تو سود مضاعف ہو جائے گا اس طرح ہر سود اضعاف مضاعف بن کر رہے گا۔ علاوہ ازیں جب سودی کاروبار میں اصل قرض بدستور باقی ہے اور میعاد کا سود لیا جا رہا ہے تو ایک زمانہ کے بعد ہر سود اصل راس المال کا اضعاف و مضاعف ہو جائے گا۔

چھٹی اور ساتویں آیتیں

(سورۂ نساء ۱۶۰-۱۶۱)

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِیْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَیْهِمْ طَیِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَثِیْرًا ۝ وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ

سو یہود کے انھیں بڑے بڑے جرائم کے سبب ہم نے بہت سی پاکیزہ چیزیں جو پہلے ان کے لئے حلال تھیں بطور سزا حرام کردیں اُن سبب سے کہ وہ لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے تھے اور اس سبب سے کہ وہ سود

www.ahnafmedia.com

نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا (سورۃ نساء)

لیا کرتے تھے۔ حالانکہ ان کو سُود لینے سے ممانعت کر دی گئی تھی اور اس سبب سے کہ وہ لوگوں کے مال ناحق طریقے سے کھا جاتے تھے اور ہم نے ان میں سے ان لوگوں کے لئے جو کافر ہیں، دردناک سزا کا سامان مقرر کر رکھا ہے۔

ان آیات میں بتلایا گیا ہے کہ یہود پر بہت سی ایسی چیزیں بھی بطور سزا کے حرام کر دی گئی تھیں، جو درحقیقت حرام نہ تھیں کیونکہ حقیقی اور ذاتی طور پر تو ہر شریعت میں صرف وہ چیزیں حرام کی گئی ہیں جو خبیث ہیں۔ یعنی انسان کی صحتِ جسمانی یا صحت روحانی کے لئے مضر یا مہلک ہیں۔ باقی سب طیبات اور پاک ستھری چیزیں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لئے حلال قرار دی ہیں، لیکن یہود کے مسلسل گناہوں اور جرائم کی سزا یہ بھی دی گئی کہ بہت سے طیبات کو بھی حرام کر کے ان کو محروم کر دیا گیا۔ جس کی تفصیل سورۃ انعام میں آئی وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ الآیۃ اس کے بعد وہ جرائم اور گناہ بتلائے گئے ہیں۔ جو اس سزا کا باعث بنے اول یہ کہ یہ بدنصیب خود تو اللہ کے صراط مستقیم سے بھٹکے ہی تھے اس کے ساتھ یہ جرم بھی کرنے لگے کہ دوسروں کو بھی گمراہ کرنے کی کوشش کی۔

دوسرا جرم یہ بتلایا کہ یہ لوگ سود کھاتے تھے حالانکہ ان پر سُود حرام تھا۔ قرآن کریم کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ سود کا لین دین بنی اسرائیل پر بھی حرام کیا گیا تھا۔ آج جو نسخہ تورات کا ان لوگوں کے ہاتھوں میں ہے اگرچہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ

وہ نسخہ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام لائے تھے مفقود ہے اور یہ بھی مشاہدہ ہے کہ موجودہ تورات میں سود کی حرمت کا ذکر کسی نہ کسی درجہ میں موجود ہے۔

بعض علماء تفسیر نے فرمایا ہے کہ سود ربوا ہر شریعت وملت میں حرام رہا ہے۔ بہر حال اس آیت نے بتلایا کہ یہود کو جو عذاب اور سزائیں دی گئیں، اس کا ایک سبب سود خواری تھا۔ اسی لئے حدیث میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی قوم اللہ تعالیٰ کے قہر میں مبتلا ہوتی ہے تو اس کی علامت یہ ہوتی ہے کہ ان میں سود کا رواج ہو جاتا ہے۔

آٹھویں آیت (سورۂ روم)

وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَ	اور جو چیز تم اس لئے دو گے کہ وہ لوگوں کے
فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا	مال میں پہنچ کر زیادہ ہو جائے تو یہ
عِنْدَ اللّٰهِ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ	اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا۔ اور جو زکوٰۃ
زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ	دو گے جس سے اللہ کی رضا مطلوب ہو
فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ۔	تو ایسے لوگ خدا کے پاس بڑھاتے رہیں گے۔

بعض حضرات مفسرین نے لفظ ربوا اور زیادتی پر نظر کر کے اس آیت کو بھی سود و بیاج پر محمول فرمایا ہے۔ اور یہ تفسیر فرمائی ہے کہ سود و بیاج کے لینے میں اگرچہ بظاہر مال کی زیادتی نظر آتی ہے مگر در حقیقت وہ زیادتی نہیں، جیسے کسی شخص کے بدن پر ورم ہو جائے تو بظاہر وہ اس کے جسم میں زیادتی ہے لیکن کوئی عقلمند اس کو زیادتی سمجھ کر خوش نہیں ہوتا بلکہ اس کو ہلاکت کا مقدمہ سمجھتا ہے۔ اس کے بالمقابل زکوٰۃ و صدقات دینے میں اگرچہ بظاہر مال میں کمی آتی ہے مگر در حقیقت وہ کمی نہیں، بلکہ ہزاروں زیادتیوں کا موجب ہے جیسے کوئی شخص مادۂ

فاسد کے اخراج کے لئے مسہل لیتا ہے یا فصد کھلوا کر خون نکلواتا ہے تو بظاہر وہ کمزور نظر آتا ہے اور اس کے بدن میں کمی محسوس ہوتی ہے۔ مگر جاننے والوں کی نظر میں یہ کمی اس کی زیادتی اور قوت کا پیش خیمہ ہے۔

اور بعض علمار تفسیر نے اس آیت کو سود و بیاج کی ممانعت پر محمول نہیں فرمایا بلکہ اس کا یہ مطلب قرار دیا ہے کہ جو شخص کسی کو اپنا مال اخلاص اور نیک نیتی سے نہیں بلکہ اس نیت سے دے کہ میں اس کو یہ چیز دوں گا تو وہ مجھے اس کے بدلے میں اس سے زیادہ دے گا، جیسے بہت سی برادریوں میں نوتہ کی رسم ہے کہ وہ ہدیہ کے طور پر نہیں بلکہ بدلہ لینے کی غرض سے دی جاتی ہے۔ یہ دینا چوں کہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے نہیں، اپنی فاسد غرض کے لئے ہے۔ اس لئے آپ نے فرمایا، کہ اس طرح اگرچہ ظاہر میں مال بڑھ جائے مگر وہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا، ہاں جو زکوٰۃ، صدقات اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے دیئے جائیں ان میں اگرچہ بظاہر مال گھٹتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ دو گنا چوگنا ہو جاتا ہے۔

اس تفسیر پر آیت مذکورہ کا وہ مضمون ہو جائے گا جو دوسری ایک آیت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ یعنی آپ کسی پر احسان اس نیت سے نہ کریں کہ اس کے بدلے میں مجھے کچھ مال کی زیادتی حاصل ہو جائیگی۔

اس موقع پر بظاہر یہ دوسری تفسیر ہی راجح معلوم ہوتی ہے اول اس لئے کہ سورۃ روم مکی ہے۔ جس کے لئے اگرچہ یہ ضروری نہیں کہ اس کی ہر آیت مکی ہو، مگر غالب گمان مکی ہونے کا ضرور ہے۔ جب تک اس کے خلاف کوئی ثبوت نہ ملے۔ اور آیت کے مکی ہونے کی صورت میں اس کو حرمت سود کے مفہوم پر اس لئے محمول نہیں کیا جاسکتا

کہ حرمتِ سود مدینہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ اس آیت سے پہلے جو مضمون آیا ہے اس سے بھی دوسری تفسیر ہی کا رجحان معلوم ہوتا ہے، کیونکہ اس سے پہلے ارشاد ہے۔

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ

قرابت دار کو اس کا حق دیا کرو، اور مسکین اور مسافر کو بھی، یہ اُن لوگوں کے لئے بہتر ہے، جو اللہ کی رضا کے طالب ہیں۔

اس آیت میں رشتہ داروں اور مساکین اور مسافروں پر خرچ کرنے کے ثواب کے لئے یہ شرط لگائی گئی ہے کہ اس میں نیت اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کی ہو تو اس کے بعد والی آیتِ مذکورہ میں اس کی توضیح اس طرح کی گئی، کہ اگر کوئی مال کسی کو اس غرض سے دیا جائے کہ اس کا بدلہ اس کی طرف سے زیادہ ملے گا تو یہ حق تعالیٰ کی رضاجوئی کے لئے خرچ نہیں ہوا۔ اس لئے اس کا ثواب نہ ملے گا۔

بہرحال سود کے مسئلہ میں اس آیت کو چھوڑ کر بھی سات آیتیں اُوپر آچکی ہیں جن میں سے سورۃ آلِ عمران کی ایک آیت میں اضعاف و مضاعف سود کی حرمت بیان فرمائی گئی ہے اور باقی چھ آیتوں میں مطلق سود کی حرمت کا بیان ہے۔ اس تفصیل سے واضح ہوگیا ہے، کہ سود خواہ اضعاف و مضاعف اور سود در سود ہو یا اکہرا سود، بہرحال حرام ہے اور حرام بھی ایسا شدید کہ اس کی مخالفت کرنے پر اللہ اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اعلانِ جنگ فرمایا گیا ہے۔ ربا کے متعلق سات آیاتِ قرآن کی مفصل تفسیر سامنے آچکی ہے۔

اس کے بعد اس مسئلہ کے متعلق احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

www.ahnafmedia.com

دیکھئے۔ نفسِ مسئلہ اور اس کا حکم واضح کرنے کے لئے تو چند احادیث کافی تھیں، لیکن مسئلہ کی اہمیت کے پیشِ نظر مناسب معلوم ہوا کہ اس مسئلہ سے متعلق جتنی روایات حدیث مختصر تحقیقات کے ذریعہ جمع ہو سکیں، وہ پیش کر دی جائیں۔ اس کے پیشِ نظر اپنے پاس موجودہ کتب حدیث سے ان روایاتِ حدیث کو جمع کیا تو تقریباً ایک چہل حدیث اس مسئلہ کی بن گئی جس کو ترجمہ اور مختصر تشریح کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔ واللہ الموفق والمعین

چہل حدیث

متعلقہ حرمتِ ربوا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(۱) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا هُنَّ قَالَ الشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَكْلُ الرِّبٰوا وَاَكْلُ مَالِ الْيَتِيْمِ وَالتَّوَلِّیْ يَوْمَ الزَّحْفِ

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات ایسی چیزوں سے بچو جو ہلاک کرنے والی ہیں۔ صحابہ (کرام) نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ سات چیزیں کون سی ہیں؟ حضرت نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا جادو کرنا۔ ایسی جان کو ناحق مار ڈالنا جس کا مارنا اللہ تعالیٰ نے حرام فرما دیا سُود کھانا اور یتیم کا مال کھانا اور جنگ

ـــــــــــــــــــ

ے بعد میں کچھ اور اضافہ ہو کر احادیث کا عدد چالیس سے بھی بڑھ گیا ۱۲ منہ

وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ وَأَبُودَاؤدَ وَالنِّسَائِيُّ (ترغیب الترہیب)

کے روز پیٹھ دکھا کر بھاگنا اور بھولی بھالی پاک دامن مسلمان عورتوں پر تہمت لگانا۔ اس حدیث کو بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی روایت کیا ہے۔

شرک کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات یا صفات میں غیر خدا کو خدا کا شریک ٹھہرانے کو۔ مثلاً خدا تعالیٰ کی طرح اس کو قابل عبادت سمجھے یا اس کے نام کی نذریں مانے یا کسی کے علم یا قدرت کو خدا تعالیٰ کے علم و قدرت کے برابر سمجھے، یا ایسے اعمال و افعال جو عبادت کے لئے مخصوص ہیں جیسے رکوع، سجدہ سجود، طواف وغیرہ یہ افعال سوائے خدا تعالیٰ کے، کسی اور کے لئے کرے، یہ سب شرک ہیں۔ قرآن کریم نے اعلان کر دیا ہے کہ جو شخص بحالتِ شرک بغیر توبہ کے مر گیا اس کی بخشش ہرگز نہ ہوگی۔

(۲) وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ أَتَيَانِي فَأَخْرَجَانِي إِلَى أَرْضٍ مُقَدَّسَةٍ فَانْطَلَقْنَا حَتّٰى أَتَيْنَا عَلٰى نَهْرٍ مِّنْ دَمٍ فِيهِ رَجُلٌ قَائِمٌ وَعَلٰى شَطِّ النَّهْرِ رَجُلٌ بَيْنَ يَدَيْهِ حِجَارَةٌ فَأَقْبَلَ الرَّجُلُ الَّذِي

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے آج رات خواب میں دیکھا کہ دو آدمی میرے پاس آئے اور مجھ کو ایک مقدس سرزمین کی طرف لے چلے، یہاں تک کہ ہم ایک خون کی نہر پر پہنچے، اس کے درمیان میں ایک شخص کھڑا تھا اور نہر کے کنارے پہ ایک شخص ہے اسکے سامنے بہت سے پتھر پڑے ہیں۔ نہر کے

www.ahnafmedia.com

فِي النَّهَرِ فَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَخْرُجَ رَمَى الرَّجُلُ بِحَجَرٍ فِيْ فِيْهِ فَرَدَّهُ حَيْثُ كَانَ فَجَعَلَ كُلَّمَا جَآءَ لِيَخْرُجَ رَمٰى فِيْ فِيْهِ بِحَجَرٍ فَيَرْجِعُ كَمَا كَانَ فَقُلْتُ مَا هٰذَا الَّذِيْ رَاَيْتُهٗ فِي النَّهَرِ قَالَ اٰكِلُ الرِّبَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ هٰكَذَا فِي الْبُيُوْعِ مُخْتَصَرًا وَتَقَدَّمَ فِيْ تَرْكِ الصَّلٰوةِ مُطَوَّلًا۔

اندر والا شخص نہر کے کنارے کی طرف آتا ہے جس وقت نکلنا چاہتا ہے کنارے والا شخص اس کے منہ پر ایک پتھر اس زور سے مارتا ہے، کہ وہ پھر کر اپنی جگہ جا پہنچتا ہے پھر جب کبھی نکلنا چاہتا ہے اسی طرح اس کے منہ پر پتھر مار مار کر اس کو اپنی پہلی جگہ لوٹا دیتا ہے۔ آنحضرتؐ نے پوچھا کہ وہ کون شخص تھا جس کو میں نے نہر میں دیکھا، فرمایا سود خوار اس کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

(۳) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰكِلَ الرِّبَا وَمُوْكِلَهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَالنَّسَائِيُّ وَرَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهٗ وَابْنُ مَاجَةَ وَابْنُ حِبَّانَ فِيْ صَحِيْحِهٖ كُلُّهُمْ مِنْ رِوَايَةِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ اَبِيْهِ وَلَمْ يَسْمَعْ مِنْهُ وَزَادُوْا فِيْهِ

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے اور سود کھلانے والے پر لعنت فرمائی ہے (یعنی سود لینے والے۔ اور سود دینے والے پر) اس کو مسلم اور نسائی ابوداؤد اور ترمذی، ابن ماجہ ابن حبان نے روایت کیا ہے اور اس کو صحیح قرار دیا ہے اور ایک روایت میں اس کے ساتھ سود کی شہادت دینے والوں اور کتابت کرنے والوں پر

www.ahnafmedia.com

وَشَاهِدَيْهِ وَكَاتِبَهٗ

بھی لعنت فرمائی ہے۔

(۴) وَعَنْ جَابِرِبْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰكِلَ الرِّبٰوا وَمُوْكِلَهٗ وَكَاتِبَهٗ وَشَاهِدَيْهِ وَقَالَ هُمْ سَوَاءٌ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَغَيْرُهٗ ۔

حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے، سود دینے والے اور سودی تحریر یا حساب لکھنے والے اور سودی شہادت دینے والوں پر لعنت فرمائی اور فرمایا کہ سب لوگ (گناہ میں) برابر ہیں

(۵) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكَبَائِرُ سَبْعٌ اَوَّلُهُنَّ الْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَقَتْلُ النَّفْسِ بِغَيْرِ حَقِّهَا وَاَكْلُ الرِّبٰوا وَاَكْلُ مَالِ الْيَتِيْمِ وَفِرَارُ يَوْمِ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ وَالْاِنْتِقَالُ اِلَى الْاَعْرَابِ بَعْدَ هِجْرَتِهٖ رَوَاهُ الْبَزَّارُ مِنْ رِوَايَةِ عَمْرِوبْنِ اَبِیْ شَيْبَةَ وَلَا بَاْسَ بِهٖ فِي الْمُتَابَعَاتِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کبیرہ گناہ سات ہیں۔ ان میں پہلا گناہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا اور (دوسرا گناہ) ناحق کسی شخص کو مار ڈالنا اور (تیسرا گناہ) سود کھانا اور (چوتھا گناہ) یتیم کا مال ناجائز طور پر کھا لینا اور (پانچواں گناہ) جہاد سے بھاگنا اور (چھٹا گناہ) پاک دامن عورتوں کو تہمت لگانا اور (ساتواں گناہ) ہجرت کرنے کے بعد اعراب (دیہات) کی طرف لوٹ جانا اس کو بزار نے عمرو بن ابی شیبہ کی سند سے روایت کیا ہے۔

www.ahnafmedia.com

(٦) وَعَنْ عَوْنِ بْنِ اَبِیْ جُحَیْفَۃَ عَنْ اَبِیْہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْوَاشِمَۃَ وَالْمُسْتَوْشِمَۃَ وَآکِلَ الرِّبَا وَمُوْکِلَہٗ وَنَھٰی عَنْ ثَمَنِ الْکَلْبِ وَکَسْبِ الْبَغِیِّ وَلَعَنَ الْمُصَوِّرِیْنَ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ وَاَبُوْدَاؤدَ (قَالَ الْحَافِظُ) اَبُوْ جُحَیْفَۃَ وَھْبُ بْنُ عَبْدِاللّٰہِ السَّوَائِیُّ۔

حضرت عون بن ابی جحیفہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گودنے والی عورت اور گدوانے والی عورت پر اور سود لینے والے اور سود دینے والے پر لعنت بھیجی ہے اور کتے کی قیمت اور رنڈی کی کمائی سے ممانعت فرمائی ہے اور تصویر کھینچنے والوں پر لعنت بھیجی ہے اس کو بخاری اور ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔

(٧) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ اٰکِلُ الرِّبَا وَمُوْکِلُہٗ وَشَاھِدَاہُ وَکَاتِبَاہُ اِذَا عَلِمُوْا بِہٖ وَالْوَاشِمَۃُ وَالْمُسْتَوْشِمَۃُ لِلْحُسْنِ وَلَاوِیُ الصَّدَقَۃِ وَالْمُرْتَدُّ اَعْرَابِیًّا بَعْدَ الْھِجْرَۃِ مَلْعُوْنُوْنَ عَلٰی لِسَانِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَاَبُوْ یَعْلٰی

حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا سود کھانے اور کھلانے والا اور اس کے دونوں گواہ اور دونوں کے کاتب جب کہ اس کو جانتے ہوں کہ یہ معاملہ سود کا ہے اور خوبصورتی کے لئے گودنے والی اور گدوانے والی عورت اور صدقہ کو ٹالنے والا، اور ہجرت کے بعد اپنے وطن کی طرف واپس ہو جانے والا۔ یہ

www.ahnafmedia.com

وابن خزيمة وابن حبان في صحيحيهما وزادا في آخره يوم القيامة (قال الحافظ) رواه كلهم عن الحارث وهو الاعور عن ابن مسعود الا ابن خزيمة فانه رواه عن مسروق عن عبد الله بن مسعود ؛

یہ سب بزبان محمد صلی اللہ علیہ وسلم (بروز قیامت) ملعون ہوں گے۔ اس کو احمد اور ابو یعلی نے اور ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنے اپنے صحیح میں روایت کیا ہے۔

(۸) وعن ابی هريرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله عليه وسلم قال " اربع حق على الله ان لا يدخلهم الجنة ولا يذيقهم نعيمها مدمن الخمر واكل الربا واكل مال اليتيم بغير حق والعاق لوالديه " رواه الحاكم عن ابراهيم بن خثيم بن عراك وهو رواه عن ابيه عن جده عن ابی هريرة وقال صحيح الاسناد ؛

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے " چار شخص ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پر لازم کر لیا ہے کہ ان کو جنت میں داخل نہ کریں گے اور نہ ان کو جنت کی نعمتوں کا ذائقہ چکھائیں گے۔ ایک تو عادی شرابی (دوسرا) سود کھانے والا (تیسرا) ناحق یتیم کا مال اڑانے والا (چوتھے) ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا۔ اس کو حاکم نے ابراہیم خثیم بن عراک الخ سے روایت کیا ہے اور حاکم نے صحیح الاسناد کہا ہے۔

(۹) وعن عبد الله يعنى ابن مسعود رضی الله عنه عن النبی صلی الله عليه وسلم قال الربا ثلاث و

حضرت عبداللہ یعنی ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سود کے وبال تہتر قسم کے ہیں سب سے

www.ahnafmedia.com

سَبْعُوْنَ بَابًا اَيْسَرُهَا مِثْلُ اَنْ يَّنْكِحَ
الرَّجُلُ اُمَّهٗ رَوَاهُ الْحَاكِمُ وَقَالَ
صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ
وَرَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ مِنْ طَرِيْقِ الْحَاكِمِ
ثُمَّ قَالَ هٰذَا الْاِسْنَادُ صَحِيْحٌ وَالْمَتْنُ
مُنْكَرٌ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَلَا اَعْلَمُهٗ
اِلَّا وَهْمًا وَكَاَنَّهٗ دَخَلَ لِبَعْضِ رُوَاتِهٖ
اِسْنَادٌ فِيْ اِسْنَادٍ ؛

ادنیٰ قسم ایسی ہے جیسے کوئی اپنی ماں سے بدکاری کرے۔ اس کو حاکم نے روایت کیا، اور بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔

(۱۰) وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ "اَلرِّبَا بِضْعٌ وَّسَبْعُوْنَ بَابًا
وَالشِّرْكُ مِثْلُ ذٰلِكَ" رَوَاهُ الْبَزَّارُ وَرُوَاتُهٗ
رُوَاةُ الصَّحِيْحِ وَهُوَ عِنْدَ ابْنِ مَاجَةَ
بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ بِاخْتِصَارٍ وَالشِّرْكُ مِثْلُ ذٰلِكَ

انہیں (عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سود کے مفاسد کچھ اوپر ستر ہیں اور شرک اس کے برابر ہے اس کو بزار نے روایت کیا ہے اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

(۱۱) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اَلرِّبَا سَبْعُوْنَ بَابًا اَدْنَاهَا كَالَّذِيْ
يَقَعُ عَلٰى اُمِّهٖ" رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ بِاِسْنَادٍ
لَا بَاْسَ بِهٖ ثُمَّ قَالَ غَرِيْبٌ بِهٰذَا
الْاِسْنَادِ وَاِنَّمَا يُعْرَفُ بِعَبْدِ اللّٰهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سود کے مفاسد کی ستر قسمیں ہیں۔ ان میں سے ادنیٰ ایسا ہے جیسے کوئی اپنی ماں سے زنا کرے۔

www.ahnafmedia.com

بْنُ زِيَادٍ عَنْ عِكْرِمَةَ يَعْنِيْ ابْنَ عَمَّارٍ وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زِيَادٍ هٰذَا مُنْكَرُ الْحَدِيْثِ ؛

(۱۲) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الدِّرْهَمُ يُصِيْبُهُ الرَّجُلُ مِنَ الرِّبَا أَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ ثَلَاثَةٍ وَّثَلَاثِيْنَ زَنْيَةً يَزْنِيْهَا فِي الْإِسْلَامِ" رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْكَبِيْرِ مِنْ طَرِيْقِ عَطَاءٍ الْخُرَاسَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ وَلَمْ يَسْمَعْ مِنْهُ وَرَوَاهُ ابْنُ أَبِي الدُّنْيَا وَالْبَغَوِيُّ . وَغَيْرُهُمَا مَوْقُوْفًا عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ وَهُوَ الصَّحِيْحُ وَلَفْظُ الْمَوْقُوْفِ فِيْ أَحَدِ طُرُقِهٖ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ الرِّبَا اِثْنَانِ وَّسَبْعُوْنَ حُوْبًا أَصْغَرُهَا حُوْبًا كَمَنْ أَتٰى أُمَّهٗ فِي الْإِسْلَامِ وَدِرْهَمٌ مِّنَ الرِّبَا أَشَدُّ مِنْ بِضْعٍ وَّثَلَاثِيْنَ زَنْيَةً قَالَ وَيَأْذَنُ اللّٰهُ بِالْقِيَامِ لِلْبَرِّ وَالْفَاجِرِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا آكِلَ الرِّبَا فَإِنَّهٗ لَا يَقُوْمُ إِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک درہم کوئی سود سے حاصل کرے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسلمان ہونے کے باوجود تینتیس مرتبہ زنا کرنے سے بھی زیادہ شدید جرم ہے۔ اس کو طبرانی نے کبیر میں عطاء خراسانی کی سند سے عبداللہ کے واسطے سے روایت کیا ہے الخ

دوسری ایک روایت میں حضرت عبداللہ بن سلام نے فرمایا سود کے بہتر گناہ ہیں ان میں سب سے چھوٹا گناہ اس شخص کے گناہ کے برابر ہے جو مسلمان ہو کر اپنی ماں سے زنا کرے۔ اور ایک درہم سود کا گناہ میں کچھ اوپر تیس زنا سے زیادہ بدتر ہے اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہر نیک و بد کو کھڑے ہونے کی اجازت دیں گے مگر سود خوار کو تندرستوں کی طرح کھڑا ہونے کا موقع نہیں دیا جائے گا بلکہ وہ اسطرح کھڑا ہوگا

www.ahnafmedia.com

الشَّیْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ۔

جیسے کسی کو شیطان، جن وغیرہ نے لپٹ کر خبطی بنا دیا ہو۔

(۱۳) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ حَنْظَلَۃَ غَسِیْلِ الْمَلَائِکَۃِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دِرْھَمُ رِبًا یَأْکُلُہُ الرَّجُلُ وَھُوَ یَعْلَمُ اَشَدُّ مِنْ سِتَّۃٍ وَّثَلَاثِیْنَ زِنْیَۃً ،، رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالطَّبْرَانِیُّ فِی الْکَبِیْرِ وَرِجَالُ اَحْمَدَ رِجَالُ الصَّحِیْحِ (قَالَ الْحَافِظُ) حَنْظَلَۃُ وَالِدُ عَبْدِ اللّٰہِ یُلَقَّبُ بِغَسِیْلِ الْمَلٰئِکَۃِ لِاَنَّہٗ کَانَ یَوْمَ اُحُدٍ جُنُبًا وَقَدْ غَسَلَ اَحَدَ شِقَّیْ رَأْسِہٖ فَلَمَّا سَمِعَ الصَّیْحَۃَ خَرَجَ فَاسْتُشْھِدَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَقَدْ رَأَیْتُ الْمَلٰئِکَۃَ تَغْسِلُہٗ

اور حضرت عبد اللہ بن حنظلہ غسیل ملائکہ نے فرمایا کہ حضورؐ نے فرمایا، سود کا ایک درہم کھانا چھتیس زنا سے زیادہ شدید ہے بشرطیکہ اس کو معلوم ہو کہ یہ درہم سود کا ہے۔ اس روایت کو امام احمد و طبرانی نے روایت کیا ہے اور سند امام احمد مثل سند صحیح بخاری کے ہے اور حضرت حنظلہ کو غسیل ملائکہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ جس وقت غزوہ احد کا اعلان ہوا اور صحابہ کرام جہاد کیلئے نکلنے لگے اسوقت یہ جنابت کی حالت میں تھے غسل کرنا شروع کیا تھا کہ یہ آواز کان میں پڑ گئی، انہوں نے دعوت جہاد میں اتنی دیر کرنا بھی پسند نہ کیا کہ غسل پورا کر کے فارغ ہو جاتے، بلکہ اسی حالت میں فوراً باہر آئے اور مجاہدین کیساتھ شریک ہو گئے اور اتفاقاً اسی حالت میں یہ شہید ہو گئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے دیکھا ہے کہ فرشتے ان کو غسل دے رہے ہیں۔

(۱۴) وَرُوِیَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَذَکَرَ اَمْرَ الرِّبٰوا وَعِظَمَ شَانِہٖ وَقَالَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے خطبہ دیا اور سود کا بہت اہتمام سے ذکر فرماتے

www.ahnafmedia.com

إِنَّ الدِّرْهَمَ يُصِيبُهُ الرَّجُلُ مِنَ الرِّبَا أَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ فِي الْخَطِيئَةِ مِنْ سِتَّةٍ وَثَلَاثِينَ زَنْيَةً يَزْنِيهَا الرَّجُلُ وَإِنَّ أَرْبَى الرِّبَا عِرْضُ الرَّجُلِ الْمُسْلِمِ رَوَاهُ ابْنُ أَبِي الدُّنْيَا فِي كِتَابِ ذَمِّ الْغِيبَةِ وَالْبَيْهَقِيُّ ؛

ہوئے یہ فرمایا کہ کسی شخص کا ایک سودی درہم کھانا اللہ کے نزدیک چھتیس زنا سے زیادہ سخت گناہ ہے (اور پھر فرمایا) کہ سب سے بڑا یہ سود ہے کہ کسی مسلمان کی آبرو پر حملہ کیا جائے۔ اس روایت کو بیہقی اور ابن ابی الدنیا نے روایت کیا ہے۔

(۱۵) وَرُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَعَانَ ظَالِمًا بِبَاطِلٍ لِيُدْحِضَ بِهِ حَقًّا فَقَدْ بَرِئَ مِنْ ذِمَّةِ اللّٰهِ وَذِمَّةِ رَسُولِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ أَكَلَ دِرْهَمًا مِنْ رِبًا فَهُوَ مِثْلُ ثَلَاثَةٍ وَثَلَاثِينَ زَنْيَةً وَمَنْ نَبَتَ لَحْمُهُ مِنْ سُحْتٍ فَالنَّارُ أَوْلَى بِهِ رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الصَّغِيرِ وَالْأَوْسَطِ وَالْبَيْهَقِيُّ ؛

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی ظالم کی خلاف حق حمایت کی، تاکہ حق والے کا حق ضائع کردے تو اللہ اور اس کے رسول اس سے بری الذمہ ہیں اور جو شخص سود کا ایک درہم کھائے تو یہ تینتیس زنا کے برابر ہے۔ اور جس شخص کا گوشت مال حرام سے پیدا ہو وہ دوزخ کے قابل ہے۔

---

(۱۶) وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرِّبَا اثْنَانِ وَسَبْعُونَ بَابًا أَدْنَاهَا

براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سود کے بہتر

www.ahnafmedia.com

مِثْلُ اِتْیَانِ الرَّجُلِ اُمَّهٗ وَاِنَّ اَرْبَی الرِّبَا اسْتِطَالَةُ الرَّجُلِ فِیْ عِرْضِ اَخِیْهِ رَوَاهُ الطَّبْرَانِیُّ فِی الْاَوْسَطِ مِنْ رِوَایَةِ عُمَرَ بْنِ رَاشِدٍ وَقَدْ وُثِّقَ۔

دروازے ہیں انمیں سے ادنیٰ ایسا ہے۔ جیسے کوئی شخص اپنی ماں سے زنا کرے اور سب سے بدترین سود یہ ہے کہ انسان اپنے بھائی کی عزت پر دست درازی کرے۔

(۱۷) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الرِّبَا سَبْعُوْنَ حُوْبًا اَیْسَرُهَا اَنْ یَّنْکِحَ الرَّجُلُ اُمَّهٗ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالْبَیْهَقِیُّ کِلَاهُمَا عَنْ اَبِیْ مَعْشَرٍ وَقَدْ وُثِّقَ عَنْ سَعِیْدِ الْمَقْبُرِیِّ عَنْهُ۔

حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سود کے ستر گناہ ہیں۔ ان میں سے ادنیٰ ایسا ہے، جیسے کوئی شخص اپنی ماں سے زنا کرے۔

---

(۱۸) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ وَسَلَّمَ اَنْ تُشْتَرَی الثَّمَرَةُ حَتّٰی تُطْعَمَ وَقَالَ اِذَا ظَهَرَ الزِّنَا وَالرِّبَا فِیْ قَرْیَةٍ فَقَدْ اَحَلُّوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَذَابَ اللّٰهِ۔ رَوَاهُ الْحَاکِمُ وَقَالَ صَحِیْحُ الْاِسْنَادِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھائے جانے کے قابل ہونے سے پہلے پھلوں کی خرید وفروخت سے منع فرمایا ہے اور حضورؐ نے فرمایا کہ کسی بستی میں سود اور زنا پھیل جائے تو گویا بستی والوں نے اللہ کے عذاب کو اپنے اوپر اتار لیا۔ اس حدیث کو حاکم نے روایت کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ صحیح الاسناد ہے۔

---

(۱۹) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ ذَکَرَ حَدِیْثًا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث نقل فرمائی

www.ahnafmedia.com

وَسَلَّمَ وَقَالَ فِيهِ مَا ظَهَرَ فِي قَوْمٍ الزِّنَا وَالرِّبَا إِلَّا أَحَلُّوا بِأَنْفُسِهِمْ عَذَابَ اللهِ رَوَاهُ أَبُو يَعْلَى بِإِسْنَادٍ جَيِّدٍ

جس میں یہ ہے کہ جس قوم میں زنا اور سود پھیل گیا انہوں نے یقیناً اللہ کے عذاب کو اپنے اوپر اتار لیا۔

(۲۰) وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا مِنْ قَوْمٍ يَظْهَرُ فِيهِمُ الرِّبَا إِلَّا أُخِذُوا بِالسَّنَةِ وَمَا مِنْ قَوْمٍ يَظْهَرُ فِيهِمُ الرُّشَا إِلَّا أُخِذُوا بِالرُّعْبِ رَوَاهُ أَحْمَدُ بِإِسْنَادٍ فِيهِ نَظَرٌ

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ جس قوم میں سود پھیل جائے وہ یقیناً قحط میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ اور جس قوم میں رشوت پھیل جائے وہ مرعوبیت میں گرفتار ہو جاتی ہے۔

(۲۱) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي لَمَّا انْتَهَيْنَا إِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ فَنَظَرْتُ فَوْقِي فَإِذَا أَنَا بِرَعْدٍ وَبُرُوقٍ وَصَوَاعِقَ قَالَ فَأَتَيْتُ عَلَى قَوْمٍ بُطُونُهُمْ كَالْبُيُوتِ فِيهَا الْحَيَّاتُ تُرَى مِنْ خَارِجِ بُطُونِهِمْ قُلْتُ يَا جِبْرِيلُ مَنْ هٰؤُلَاءِ قَالَ هٰؤُلَاءِ أَكَلَةُ الرِّبَا» رَوَاهُ أَحْمَدُ فِي حَدِيثٍ طَوِيلٍ وَابْنُ مَاجَةَ مُخْتَصَرًا وَالْأَصْبَهَانِيُّ الضَّامِنُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ معراج کی رات جب ساتویں آسمان پر پہنچ کر میں نے اوپر نظر اٹھائی تو میں نے چمک کڑک اور گرج دیکھی، پھر فرمایا کہ میرا گذر ایک ایسی قوم پر ہوا جن کے پیٹ مکانوں کی طرح دبڑے بڑے تھے انمیں سانپ بھرے ہوئے تھے جو باہر سے نظر آرہے تھے۔ میں نے جبرئیل سے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں جبرئیل نے جواب دیا کہ یہ سود خوار ہیں۔ اصبہانی نے حضرت

www.ahnafmedia.com

طَرِيْقِ اَبِیْ هٰرُوْنَ الْعَبْدِیِّ وَاسْمُهٗ
عُمَارَةُ بْنُ جُوَيْنٍ وَهُوَ رَوَاهُ
عَنْ اَبِیْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ
رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ لَمَّا عُرِجَ بِیْ اِلَى السَّمَآءِ نَظَرَ
فِی السَّمَآءِ الدُّنْيَا فَاِذَا رِجَالٌ
بُطُوْنُهُمْ كَاَمْثَالِ الْبُيُوْتِ الْعِظَامِ
قَدْ مَالَتْ بُطُوْنُهُمْ وَهُمْ مُنَضَّدُوْنَ
عَلٰى سَابِلَةِ اٰلِ فِرْعَوْنَ يُوْقَفُوْنَ
عَلَى النَّارِ كُلَّ غَدَاةٍ وَّعَشِیٍّ
يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا لَا تُقِمِ السَّاعَةَ
اَبَدًا قُلْتُ يَا جِبْرِيْلُ مَنْ
هٰٓؤُلَاءِ قَالَ هٰٓؤُلَاءِ اَكَلَةُ الرِّبَا
مِنْ اُمَّتِكَ لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا
كَمَا يَقُوْمُ الَّذِیْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ
مِنَ الْمَسِّ، قَالَ الْاَصْبَهَانِیْ قَوْلُهٗ
(مُنَضَّدُوْنَ) اَیْ طُرِحَ بَعْضُهُمْ
عَلٰى بَعْضٍ وَالسَّابِلَةُ الْمَارَّةُ
اَیْ يَتَوَطَّؤُهُمْ اٰلُ فِرْعَوْنَ الَّذِيْنَ

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت
کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
معراج کی رات آسمان دنیا پر ایسے
آدمیوں کو دیکھا جن کے پیٹ کوٹھڑیوں کی طرح
پھولے ہوئے تھے اور جھکے ہوئے تھے۔

آلِ فرعون کے راستہ میں تہ بہ تہ
ایک دوسرے کے اوپر ڈالا ہوا تھا
آلِ فرعون جب صبح و شام جہنم کے سامنے
کھڑے کئے جاتے ہیں تو ان لوگوں کے
اوپر سے روندتے ہوئے گزرتے ہیں
یہ لوگ یہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ
یا اللہ قیامت کبھی قائم نہ فرمانا کیونکہ یہ
جانتے ہیں، کہ قیامت کے روز جہنم کے
اندر جانا ہوگا۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے
ہیں کہ میں نے کہا۔ جبرئیل یہ کون لوگ ہیں؟
کہا یہ آپ کی امت کے سود خوار ہیں جو ایسی
طرح کھڑے ہوں گے جس طرح
ایسا شخص کھڑا ہوتا ہے جس کو شیطان

www.alhnafmedia.com

يُعْرَضُوْنَ عَلٰى غَدَاةٍ وَّعَشِيٍّ اِنْتَهٰى

نے خبطی بنادیا ہو۔

(۲۲) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ يَظْهَرُ الرِّبَا وَالزِّنَا وَالْخَمْرُ رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ وَرُوَاتُهُ رُوَاةُ الصَّحِيْحِ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا وو قیامت کے قریب سود، زنا، اور شراب کی کثرت[1] ہو جائے گی۔"

---

(۲۳) وَعَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَبْدِ الْوَاحِدِ الْوَرَّاقِ قَالَ رَأَيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اَبِيْ اَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِي السُّوْقِ فِي الصَّيَارِفَةِ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الصَّيَارِفَةِ اَبْشِرُوْا قَالُوْا بَشَّرَكَ اللّٰهُ بِالْجَنَّةِ بِمَ تُبَشِّرُنَا يَا مُحَمَّدُ قَالَ قَالَ

حضرت قاسم بن عبدالواحد وراق فرماتے ہیں کہ "میں نے حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہما کو صرافوں کے بازار میں دیکھا۔ آپ نے فرمایا "اے صرافو! خوش خبری سنو۔ صرافوں نے کہا کہ اے ابو محمد اللہ آپ کو جنت سے سرفراز فرمائے، آپ ہمیں کس چیز کی خوش خبری دے رہے ہیں۔ حضرت

---

[1] اس میں یہ بات غور طلب ہے کہ حدیث کی پیش گوئی کے مطابق آج ربا کی کثرت کا مشاہدہ ہو رہا ہے لیکن جس ربا کی کثرت ہو رہی ہے، مہاجنی ربا کو تو اب مہاجن بھی برا کہتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ جس ربا کو قرآن میں حرام کہا ہے وہ تجارتی اور مہاجنی ہر قسم کے ربا پر حاوی ہے ۱۲ منہ۔

www.ahnafmedia.com

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَبْشِرُوْا بِالنَّارِ۔ رَوَاہُ الطَّبْرَانِیُّ بِاِسْنَادٍ لَا بَأْسَ بِہٖ۔

عبداللہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "تمہیں دوزخ کی خوشخبری ہو (تم دوزخ کے لیے تیار ہو جاؤ)" کیونکہ سونے چاندی کی خرید وفروخت میں ادھار جائز نہیں، اور صرافہ والے عموماً کھاتہ پر ادھار کے معاملات کرتے رہتے ہیں وہ سود ہے۔

(۲۴) وَرُوِیَ عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِیَّاكَ وَالذُّنُوْبَ الَّتِیْ لَا تُغْفَرُ الْغُلُوْلُ فَمَنْ غَلَّ شَیْئًا اُتِیَ بِہٖ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَاَكْلُ الرِّبَا فَمَنْ اَكَلَ الرِّبَا بُعِثَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مَجْنُوْنًا یَتَخَبَّطُ ثُمَّ قَرَأَ اَلَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُہُ

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ان گناہوں سے بچو جن کی مغفرت نہیں ہوتی۔ ایک ان میں سے مال غنیمت میں چوری کرنا ہے۔ جس شخص نے کوئی چیز بطور خیانت مال غنیمت میں سے لے لی تو قیامت کے دن اس سے وہ چیز منگوائی جائے گی۔ سود کھانے سے بچو۔ اس لئے کہ سود خوار قیامت میں مجنون اور مخبوط الحواس ہو کر اٹھایا جائے گا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی (جو لوگ

www.ahnafmedia.com

الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ" رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ وَالْأَصْبَهَانِيُّ مِنْ حَدِيثِ أَنَسٍ وَلَفْظُهُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِي آكِلُ الرِّبَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُخَبَّلًا يَجُرُّ شَفَتَيْهِ ثُمَّ قَرَأَ لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ قَالَ الْأَصْبَهَانِيُّ الْمُخَبَّلُ الْمَجْنُونُ

سود کھاتے ہیں، وہ اس شخص کی طرح کھڑے ہوں گے، جو شیطان سے متاثر ہو کر مخبوط الحواس ہو گیا ہو۔ طبرانی اور اصبہانی نے یہ حدیث حضرت انسؓ سے بایں الفاظ روایت کی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا "قیامت کے دن سود خوار اپنا ہونٹ گھسیٹتا ہوا تباہ حالت میں آئے گا" اور اس کے بعد حضورؐ نے مذکورہ بالا آیت تلاوت فرمائی۔

---

(۲۵) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا أَحَدٌ أَكْثَرَ مِنَ الرِّبَا إِلَّا كَانَ عَاقِبَةُ أَمْرِهِ إِلَى قِلَّةٍ" رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالْحَاكِمُ وَقَالَ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَفِي لَفْظٍ لَهُ قَالَ الرِّبَا وَإِنْ كَثُرَ فَإِنَّ عَاقِبَتَهُ إِلَى قُلٍّ وَقَالَ فِيهِ أَيْضًا صَحِيحُ الْإِسْنَادِ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس شخص نے سود کے ذریعہ سے زیادہ مال کمایا، انجام کار اس میں کمی ہو گی۔

ف امام حدیث عبد الرزاق نے معمر سے نقل کیا ہے کہ معمر نے فرمایا کہ ہم نے سنا ہے کہ سودی کام پر چالیس سال گذرنے نہیں پاتے کہ اس پر گھاٹا (محاق) آجاتا ہے یعنی کوئی حادثہ پیش

آتا ہے جو اس کو نقصان پہنچادیتا ہے

(۲۶) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیَاتِیَنَّ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَا یَبْقٰی مِنْهُمْ اَحَدٌ اِلَّا اٰکِلَ الرِّبٰا فَمَنْ لَّمْ یَأْکُلْهُ اَصَابَهٗ مِنْ غُبَارِہٖ" رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَابْنُ مَاجَةَ کِلَاهُمَا مِنْ رِوَایَةِ الْحَسَنِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَاخْتُلِفَ فِیْ سَمَاعِهٖ وَالْجُمْهُوْرُ عَلٰی اَنَّهٗ لَمْ یَسْمَعْ مِنْهُ ؛

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " ایک زمانہ آئے گا کہ کوئی شخص سود خواری سے بچ بھی گیا تو اس کا غبار ضرور پہنچ کر رہے گا۔

ف یہاں یہ بات غور طلب ہے کہ حدیث کی پیش گوئی کے مطابق سود کا رواج آتنا بڑھا کہ بڑے سے بڑا متقی آدمی بھی سود کے شائبہ یا کسی نہ کسی درجہ میں استعمال سے نہیں بچ سکتا مگر جو سود اس درجہ میں عام ہو وہ تجارتی سود ہے مہاجنی اور عرفی سود نہیں اس سے معلوم اور ثابت ہوا کہ تجارتی سود بھی حرام ہے۔ ۱۲ منہ

---

(۲۷) وَرُوِیَ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ صَامِتٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " وَالَّذِیْ نَفْسِیْ

حضرت عبادہ ابن صامت سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ میری

www.ahnafmedia.com

بِيَدِهٖ لَيُبَيِّتَنَّ اُنَاسٌ مِّنْ اُمَّتِيْ
عَلٰى اَشَرٍ وَّبَطَرٍ وَّلَعِبٍ وَّلَهْوٍ
فَيُصْبِحُوْا قِرَدَةً وَّخَنَازِيْرَ بِاسْتِحْلَالِهِمُ
الْمَحَارِمَ وَاتِّخَاذِهِمُ الْقَيْنَاتِ
وَشُرْبِهِمُ الْخَمْرَ وَاَكْلِهِمُ الرِّبٰوا
وَلُبْسِهِمُ الْحَرِيْرَ رَوَاهُ عَبْدُ اللّٰهِ
بْنُ الْاِمَامِ اَحْمَدَ فِيْ زَوَائِدِهٖ

(٢٨) وَرُوِيَ عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ
رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَبِيْتُ قَوْمٌ
مِّنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ عَلٰى طُعْمٍ وَّ
شُرْبٍ وَّلَهْوٍ وَّلَعِبٍ فَيُصْبِحُوْا
قَدْ مُسِخُوْا قِرَدَةً وَّخَنَازِيْرَ
وَلَيُصِيْبَنَّهُمْ خَسْفٌ وَّقَذْفٌ
حَتّٰى يُصْبِحَ النَّاسُ فَيَقُوْلُوْنَ
خُسِفَ اللَّيْلَةَ بِبَنِيْ فُلَانٍ
وَخُسِفَ اللَّيْلَةَ بِدَارِ فُلَانٍ
وَلَتُرْسَلَنَّ عَلَيْهِمْ حِجَارَةٌ
مِّنَ السَّمَآءِ كَمَا اُرْسِلَتْ عَلٰى

امت کے کچھ لوگ غرور وتکبر، لہو ولعب کی حالت میں رات گذاریں گے۔ وہ صبح کے وقت بندر اور خنزیر بن جائیں گے کیونکہ انہوں نے حرام کو حلال ٹھہرایا اور گانے والی عورتیں رکھیں اور شراب پی اور سود کھایا اور ریشم کا لباس پہنا تھا۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس امت کی ایک جماعت کھانے پینے اور لہو ولعب (کھیل کود) کی حالت میں رات گذارے گی۔ تو وہ ایسی حالت میں صبح کرے گی، کہ بندر اور سور کی صورت میں مسخ ہوگئی ہو۔ اور اسی امت کے بعض افراد کو خسف (زمین میں دھنس جانے) اور قذف (آسمان سے پتھر برسنے کا) ضرر پہنچے گا۔ یہاں تک کہ جب لوگ صبح کو اٹھیں گے تو آپس میں یوں کہیں گے کہ آج رات فلاں خاندان زمین میں دھنس گیا

www.ahnafmedia.com

قَوْمِ لُوْطٍ عَلٰى قَبَائِلَ فِيْهَا وَعَلٰى دُوْرٍ وَلَتُرْسَلَنَّ عَلَيْهِمُ الرِّيْحُ الْعَقِيْمُ الَّتِيْ اَهْلَكَتْ عَادًا عَلٰى قَبَائِلَ فِيْهَا وَعَلٰى دُوْرٍ بِشُرْبِهِمُ الْخَمْرَ وَلُبْسِهِمُ الْحَرِيْرَ وَاِتِّخَاذِهِمُ الْقَيْنَاتِ وَاَكْلِهِمُ الرِّبَا وَقَطِيْعَتِهِ الرَّحِمِ وَخَصْلَةٍ نَسِيَهَا جَعْفَرٌ، رَوَاهُ اَحْمَدُ مُخْتَصَرًا وَالْبَيْهَقِيُّ وَاللَّفْظُ لَهٗ ۔

اور فلاں کا گھر بار زمین میں دھنس گیا اور اُن پر آسمان سے پتھر برسائے جائیں گے جس طرح قومِ لوط پر برسائے گئے تھے۔ اس کے قبائل پر اور گھروں پر اور ان پر نہایت تیز تند آندھی بھیجی جائے گی جس نے قومِ عاد کو تباہ کر دیا تھا۔ اس کے قبائل پر اور گھروں پر یہ دھنسانے اور پتھر برسانے کے عذاب ان کے شراب پینے اور ریشم پہننے اور سود کھانے اور قطع رحمی کرنے کی وجہ سے ہوگا اور ایک اور خصلت کی وجہ سے ہوگا، جس کو جعفر (اسی حدیث کے راوی) بھول گئے ہیں۔ اس حدیث کو امام احمد نے مختصراً روایت کیا ہے یہ الفاظ بیہقیؒ کے ہیں۔

---

(۲۹) عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ اٰكِلَ الرِّبٰوا وَمُوْكِلَهٗ وَكَاتِبَهٗ وَمَانِعَ الصَّدَقَةِ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سود لینے والے اور سود دینے والے پر اور سود (کی تحریر یا حساب) لکھنے والے اور صدقہ (واجبہ نہ دینے والے پر لعنت

www.ahnafmedia.com

وَكَانَ يَنْهٰى عَنِ النَّوحِ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ

فرماتے ہوئے سُنا اور آپ نوحہ بلند آواز سے رونے کو منع فرماتے تھے۔

(۳۰) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ اٰخِرَ مَا نَزَلَتْ اٰيَةُ الرِّبٰوا وَاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُبِضَ وَلَمْ يُفَسِّرْهَا لَنَا فَدَعُوا الرِّبٰوا وَالرِّيْبَةَ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جو آخری آیت نازل ہوئی وہ سود کے متعلق ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی پوری تشریح بیان نہیں فرمائی تھی کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ لہٰذا سود بھی چھوڑ دو۔ اور ان چیزوں کو بھی چھوڑ دو جن میں سود کا شائبہ ہو۔

فائدہ :- حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اس قول کی پوری تفصیل وتشریح شروع رسالہ میں گذر چکی ہے۔ جس میں بتلایا گیا ہے کہ حضرت فاروق اعظمؓ کا یہ ارشاد سود وربوا کی اس خاص صورت سے متعلق ہے جو ربوا کے معنی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان سے اضافہ ہوئی ہے۔ یعنی چھ چیزوں کی باہمی بیع وشراء میں کمی بیشی یا ادھار کرنے کو سود قرار دیا ہے جیسا کہ بعد کی حدیث ۳۱، ۳۲، ۳۳ میں یہ مضمون آرہا ہے۔

اس میں یہ اشتباہ رہا کہ ان چھ چیزوں کے حکم میں دوسری اشیاء داخل ہیں یا نہیں، اور اگر ہیں تو کس علت اور کس ضابطہ سے۔

باقی ربوا کا وہ متعارف مفہوم جو نزولِ قرآن سے پہلے بھی نہ صرف سمجھا

جاتا تھا بلکہ عرب میں اس کے معاملات کا عام رواج تھا۔ نہ اس میں کوئی ابہام واشتباہ تھا، نہ اس میں فاروق اعظم رضؓ یا کسی دوسرے صحابی کو کبھی کوئی تردد پیش آیا۔

(۳۱) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَبِیْعُوا الذَّھَبَ بِالذَّھَبِ اِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ وَلَا تُشِفُّوْا بَعْضَھَا عَلٰی بَعْضٍ وَلَا تَبِیْعُوا الْوَرِقَ بِالْوَرِقِ اِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ وَلَا تُشِفُّوْا بَعْضَھَا عَلٰی بَعْضٍ وَلَا تَبِیْعُوْا مِنْھَا غَائِبًا بِنَاجِزٍ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ ؎

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "سونے کو سونے کے بدلہ میں صرف اس صورت سے بیچو جب برابر ہو اور اس میں بعض کو بعض پر زیادہ نہ کرو، اور چاندی کو چاندی کے بدلہ میں صرف اس صورت میں بیچو جب برابر ہو اور اس میں بعض کو بعض پر زیادہ نہ کرو اور ان میں سے کسی غیر موجود چیز کو موجود کے بدلے میں نہ بیچو۔ یعنی ادھار فروخت نہ کرو۔

---

(۳۲) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلذَّھَبُ بِالذَّھَبِ وَالْفِضَّۃُ بِالْفِضَّۃِ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ وَالشَّعِیْرُ بِالشَّعِیْرِ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ

حضرت ابو سعید خدری رضؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ سونے کا مبادلہ سونے سے، چاندی کا مبادلہ چاندی سے، گیہوں کا گیہوں سے، جو کا جو سے، چھوارے کا چھوارے سے، نمک کا نمک سے،

www.ahnafmedia.com

مِثْلاً بِمِثْلٍ يَدًا بِيَدٍ فَمَنْ زَادَ اَوِ اسْتَزَادَ فَقَدْ اَرْبٰى اَلْاٰخِذُ وَالْمُعْطِيْ فِيْهِ سَوَاءٌ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

برابر برابر اور ہاتھ در ہاتھ (نقد) ہونا چاہیے۔ جس شخص نے زیادہ دیا، یا زیادہ طلب کیا، تو اس نے سودی معاملہ کیا لینے والا اور دینے والا دونوں برابر ہیں۔

(۳۳) عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ وَالشَّعِيْرُ بِالشَّعِيْرِ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مِثْلاً بِمِثْلٍ سَوَاءً بِسَوَاءٍ يَدًا بِيَدٍ فَاِذَا اخْتَلَفَ هٰذِهِ الْاَصْنَافُ فَبِيْعُوْا كَيْفَ شِئْتُمْ اِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت عبادہ بن صامت رضؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سونے کا مبادلہ سونے سے، چاندی کا چاندی سے۔ گیہوں کا گیہوں سے جو کا جو سے۔ چھوارے کا چھوارے سے، نمک کا نمک سے، برابر برابر اور ہاتھ در ہاتھ (نقد) ہونا چاہیے۔ اور جب یہ اصناف بدل جائیں یعنی گیہوں کا جو سے اور سونے کا چاندی سے مبادلہ کیا جائے تو جس طرح چاہو خرید وفروخت کرو لیکن یہ خرید وفرخت بھی ہاتھ در ہاتھ (نقد)، ہونی چاہیے۔

(۳۴) عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ كَتَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نصاریٰ

www.ahnafmedia.com

وَسَلَّمَ اِلیٰ اَھْلِ نَجْرَانَ وَھُمْ نَصَارٰی اَنَّ مَنْ بَاعَ مِنْکُمْ بِالرِّبَا فَلَا ذِمَّةَ لَہٗ (کنز العمال بِرُمُزِ ابن اَبی شیبۃ ج۲ ص۲۳)

اہل نجران کو ایک فرمان بھیجا جس میں تحریر فرمایا تھا کہ تم میں سے جو شخص ربا کا کاروبار کرے گا وہ ہمارا ذمی ہو کر نہیں رہ سکتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اسلام کا قانونِ ربا پوری مملکت کے سب لوگوں پر حاوی تھا۔

(۳۵) عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍؓ وَزَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَا سَأَلْنَا رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکُنَّا تَاجِرَیْنِ فَقَالَ اِنْ کَانَ یَدًا بِیَدٍ فَلَا بَأْسَ وَلَا یَصْلُحُ نَسِیْئَةً (کنز برمز عَبْدُ الرَّزَّاق فی الجامع ج۲ ص۲۳۲)۔

حضرت براء بن عازبؓ اور زید بن ارقم رضؓ فرماتے ہیں کہ ہم تاجر تھے۔ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (اپنے کاروبار کے متعلق) سوال کیا، آپؐ نے فرمایا کہ اگر معاملہ دست بدست ہو تو مضائقہ نہیں مگر ادھار پر یہ معاملہ جائز نہیں۔

یہ سوال بظاہر دو مختلف جنسوں کو باہم کم و بیش فروخت کرنے کے متعلق تھا جیسا کہ دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے۔

(۳۶) عَنِ امْرَأَةِ اَبِیْ سُفْیَانَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَتْ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْھَا فَقُلْتُ بِعْتُ زَیْدَ بْنَ اَرْقَمَ جَارِیَةً اِلَی الْعَطَاءِ بِثَمَانِمِائَةٍ

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی زوجہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا، کہ میں نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ اپنی ایک کنیز (سرکاری عطا ملنے کے

www.ahmafmedia.com

وَابْتَعْتُهَا مِنْهُ بِسِتِّمِائَةٍ فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا بِئْسَ وَاللّٰهِ مَا اشْتَرَيْتِ اَبْلِغِيْ زَيْدَ بْنَ اَرْقَمَ اَنَّهُ قَدْ اَبْطَلَ جِهَادَهُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا اَنْ يَّتُوْبَ قَالَتْ اَفَرَأَيْتِ اِنْ اَخَذْتُ رَأْسَ مَالِيْ قَالَتْ لَا بَاْسَ مَنْ جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُؤُسُ اَمْوَالِكُمْ (كنز العمال برمز عبد الرزاق)

وقت تک) ادھار پر آٹھ سو روپیہ میں فروخت کی اور پھر یہی کنیز اُن سے چھ سو روپے میں خرید لی (جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ گویا چھ سو روپے قرض دے کر میعاد مقررہ پر آٹھ سو روپے کی مستحق ہو گئی۔ دو سو روپیہ نفع کے مل گئے) حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! تم نے نہایت برا معاملہ کیا ہے زید بن ارقمؓ کو میرا یہ پیغام پہنچا دو کہ تم نے یہ (سودی معاملہ کر کے) اپنا جہاد ضائع کر دیا) جو تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا تھا زوجۂ ابو سفیان نے عرض کیا، تو یہ بتلایئے کہ اگر میں ان سے صرف اپنا راس المال یعنی چھ سو روپے لے لوں، باقی چھوڑ دوں تو کیا گناہ سے بری ہو جائیں گے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا، کہ ہاں جس شخص کو اس کے رب کی طرف سے نصیحت پہنچ جائے اور وہ اپنے گناہ سے باز آجائے تو پچھلا گناہ معاف ہو جاتا ہے اور قرآن میں اس کا فیصلہ خود موجود ہے کہ جس نے سودی معاملہ کر لیا ہو

www.ahnafmedia.com

فِی الجَامِع وَابْنُ اَبِی حَاتِم صفحہ ۲۳۳ جلد ۲)

(۳۷) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لَہٗ اِنِّیْ اَقْرَضْتُ رَجُلًا قَرْضًا فَاَھْدٰی لِیْ ھَدِیَّۃً قَالَ ثِبْہٗ مَکَانَہٗ ھَدِیَّۃً اَوِ احْسِبْھَا لَہٗ مِمَّا عَلَیْہِ (کنز برمز عَبْدُ الرَّزَّاق فِی الجَامِع صفحہ ۲۳۶ جلد ۲)

(۳۸) عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اِذَا اَقْرَضَ اَحَدُکُمْ اَخَاہُ قَرْضًا فَاَھْدٰی اِلَیْہِ طَبَقًا فَلَا یَقْبَلْہُ اَوْ حَمَلَہٗ عَلٰی دَابَّتِہٖ فَلَا یَرْکَبْھَا اِلَّا اَنْ یَکُوْنَ

اس کو اصل راس المال ملیگا زیادتی نہ ملیگی۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہے کہ ایک شخص نے ان سے کہا کہ میں نے ایک شخص کو قرض دیا تھا۔ اس نے مجھے ایک ہدیہ پیش کیا تو یہ میرے لئے حلال ہے عبداللہ ابن عمرؓ نے فرمایا کہ یا تو اس کے ہدیہ کے بدلہ میں تم بھی کوئی ہدیہ اس کو دے دو یا پھر اس ہدیہ کی قیمت ان کے قرض میں مجرا کر دو یا ہدیہ واپس کر دو (وجہ یہ ہے کہ ایسا ہو سکتا ہے کہ اس نے قرض کے بدلہ میں یہ ھدیہ دیا ہو۔)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم کسی بھائی کو قرض دو پھر وہ تمہیں کوئی طبق کھانے وغیرہ کا بطور ہدیہ پیش کرے تو اس کا ہدیہ قبول نہ کرو یا وہ اپنی سواری پر تمہیں سوار کرالے تو سوار نہ ہو، بجز اس صورت کے کہ قرض دینے سے

؎ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر سود دینے والا اس پر راضی بھی ہو تب بھی سود جائز نہیں ہوتا۔ اس میں تراضی طرفین کافی نہیں ۱۲ منہ ؎

www.ahnafmedia.com

جرى بينه وبينه مثل ذلك۔ (ابن ماجه باب القرض وسنن بيهقي)

(٣٩) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ أَنَّ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَهْدٰى إِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مِنْ ثَمَرَةِ أَرْضِهٖ فَرَدَّهَا فَقَالَ أُبَيٌّ لِمَ رَدَدْتَ هَدِيَّتِيْ وَقَدْ عَلِمْتَ أَنِّيْ مِنْ أَطْيَبِ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ثَمَرَةً خُذْ عَنِّيْ مَا تَرُدُّ عَلٰى هَدِيَّتِيْ وَكَانَ عُمَرُ اسْتَلَفَهٗ عَشَرَةً[ے]

پہلے بھی ان دونوں میں اس طرح کے معاملات ہدیہ لینے دینے کے جاری ہوں تو ہدیہ لینا جائز ہے (کیونکہ اس صورت میں یہ واضح ہے کہ یہ ہدیہ قرض کی وجہ سے نہیں دیا گیا)

محمد بن سیرین فرماتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اپنے باغ کا پھل بطور ہدیہ بھیجا، حضرت فاروق اعظمؓ نے واپس کر دیا۔ اُبی بن کعبؓ نے شکایت کی۔ اور عرض کیا کہ آپ جانتے ہیں کہ میرے باغ کا پھل سارے مدینہ میں لطیف و افضل ہے (یعنی ظاہری عمدگی کے اعتبار سے، یا حلال طیب ہونے کے اعتبار سے) پھر آپ نے اس کو کیوں رد کیا، اس کو واپس لیجئے۔ بعض روایات میں ہے کہ حضرت فاروق اعظمؓ نے ابن کعبؓ کو دس ہزار درہم قرض

ے ظاہر یہ ہے کہ اس زمانہ میں دس ہزار کی رقم کوئی معمولی رقم نہ تھی جس کو کسی مصیبت کے دفع کرنے کے لئے لیا گیا ہو بلکہ تجارتی قسم کا سود معلوم ہوتا ہے ۱۲ منہ۔

www.ahnafmedia.com

آلافِ دِرْهَمٍ (كنز برمز بخارى ومسلم وعبد الرزاق فى الجامع ص ٢٣٨ ج ٣)

دیئے تھے، خطرہ یہ ہوا کہ کہیں یہ ھدیہ اس قرض کے عوض میں نہ ہو۔ بعد میں ابی بن کعبؓ کی یقین دہانی اور ان کے سابقہ معاملات پر نظرِ ثانی فرما کر فاروق اعظمؓ نے قبول فرمایا۔ جیسا کہ اوپر حضرت انسؓ کی حدیث میں ایسی صورت کو مستثنیٰ قرار دیا ہے جس میں قرض لینے اور دینے والے کے درمیان پہلے سے ھدیہ دینے کا رواج تھا، اور یہی وجہ ہے کہ فاروق اعظمؓ پر قبول ھدیہ کا اصرار کرنے کے باوجود حضرت ابی بن کعبؓ کا خود بھی فتویٰ یہی ہے کہ جس شخص کے ذمہ اپنا قرض ہو، اس سے ہدیہ قبول کرنا درست نہیں، جیسا کہ روایت نمبر ۴ سے واضح ہے۔

وَعَنْ اُبَیِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اِذَا اَقْرَضْتَ رَجُلًا قَرْضًا فَاَهْدٰى لَكَ هَدِيَّةً فَخُذْ قَرْضَكَ وَارْدُدْ اِلَيْهِ هَدِيَّتَهٗ (كنز برمز عبد الرزاق فى الجامع ص ٢٣٨ ج ٣)

اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب تم کسی کو قرض دو پھر وہ تم کو کچھ ھدیہ دے، پس اپنا قرض لے لیا کرو، اور ھدیہ لوٹا دیا کرو۔

www.ahnafmedia.com

(۴۱) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ اِذَا اَسْلَفْتَ رَجُلًا سَلَفًا فَلَا تَقْبَلْ مِنْهُ هَدِيَّةَ كُرَاعٍ اَوْ عَارِيَةَ رُكُوْبِ دَابَّةٍ ذَكَرَهٗ فِى الْكَنْزِ بِرَمْزِ عَبْدِ الرَّزَّاقِ فِى الجامع ص۲۳۳ ج۳

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب تم کسی شخص کو قرض دو تو اس کا ھدیہ گوشت کا یا عاریۃً اس کی سواری کو قبول نہ کرو۔

(۴۲) عَنْ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيٍّ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَةً فَهُوَ رِبًا ذَكَرَهٗ فِى الْكَنْزِ بِرَمْزِ حَارِثِ بْنِ اَبِىْ اُسَامَةَ فِىْ مُسْنَدِهٖ مِثْلَهٗ فِى الْجَامِعِ الصَّغِيْرِ وَتَكَلَّمَ عَلٰى اِسْنَادِهٖ فِىْ فَيْضِ الْقَدِيْرِ وَلٰكِنَّ شَارِحَهُ الْعَزِيْزِيَّ قَالَ فِى السِّرَاجِ الْمُنِيْرِ قَالَ الشَّيْخُ حَدِيْثٌ حَسَنٌ لِغَيْرِهٖ ::

حضرت علی کرم اللہ وجہ روایت کرتے ھیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو قرض کوئی نفع پیدا کرے وہ ربا ہے۔

(۴۳) اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ هَلَاكًا فَشَىٰ فِيْهِمُ الرِّبَا فَرَوَى عَنْ عَلِىٍّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ (كنز برمز مسند الفردوس للديلمى ص۲۱۳ ج۲)

حضرت علی کرم اللہ وجہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو ان میں ربا یعنی سودی کاروبار

www.ahnafmedia.com

پھیل جاتا ہے۔

(۴۴) عَنْ عُمَرَ رضی اللّٰہ عَنْہُ اَنَّہٗ خَطَبَ فَقَالَ اِنَّکُمْ تَزْعُمُوْنَ اَنَّا لَا نَعْلَمُ اَبْوَابَ الرِّبَا وَلَاَنْ اَکُوْنَ اَعْلَمُھَا اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ یَّکُوْنَ لِیْ مِصْرُ وَکُوْرُھَا وَاِنَّ مِنْہُ اَبْوَابًا لَا تَخْفٰی عَلٰی اَحَدٍ مِّنْھَا السَّلَمُ فِی السِّنِّ وَاَنْ تُبَاعَ الثَّمَرَۃُ وَھِیَ مُعَصْفَۃٌ لِّمَا تَطِبْ وَاَنْ یُّبَاعَ الذَّھَبُ بِالْوَرِقِ نَسَاءً (ذکرہ فی الکنز برمز عبد الرزاق فی الجامع وعن ابی عبید ج۲ ص۲۳۲)

حضرت فاروق اعظم رضہ نے ایک روز خطبہ دیا جس میں فرمایا کہ تم لوگ یہ سمجھتے ہو کہ ہم ابواب ربا کی قسمیں نہیں جانتے اور بلاشبہ اگر مجھے اقسام ربا کی پوری حقیقت معلوم ہو جائے تو وہ اس سے زیادہ محبوب ہے کہ پوری سلطنت مصر اور متعلقات مصر کی مجھے حاصل ہو لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ ربا کی حقیقت بھی مبہم ہے۔ کیونکہ ربا کی بہت سی اقسام ایسی ہیں جو کسی پر مخفی نہیں منجملہ ان کے ایک قسم ربوا کی یہ ہے کہ جانوروں میں بیع سلم (بدھنی) کی جائے اور ایک یہ ہے کہ پھلوں کی بیع اُن کے کچا ہونے کی حالت میں پکنے سے پہلے کر دی جائے اور یہ کہ سونے کو چاندی کے بدلے میں ادھار پر فروخت کیا جائے۔

(۴۵) عَنِ الشَّعْبِیِّ قَالَ

حضرت شعبی رضہ فرماتے ہیں کہ حضرت

عہ اس سے واضح ہو گیا کہ فاروق اعظم رضہ کا تردد مطلق مفہوم ربا میں نہیں بلکہ اس خاص ربا میں جو عرب میں پہلے معروف نہ تھا۔ حدیث سے معلوم ہوا ۱۲ منہ

قَالَ عُمَرُ تَرَكْنَا تِسْعَةَ اَعْشَارِ الْحَلَالِ مَخَافَةَ الرِّبٰوا ذکرہ فی الکنز برمز عبد الرزاق فِی الْجَامِعِ صفحہ ۲۳۱ جلد ۲)

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے نوّے فی صدی حلال کو ربوا کے خوف سے چھوڑ رکھا ہے۔

اس روایت اور اس سے پہلی روایت سے یہ واضح ہو گیا کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جو اس پر اظہارِ افسوس کیا کہ آیاتِ حرمت سود نازل ہونے کے بعد ہمیں اتنی مہلت نہ ملی کہ ربوا کی پوری تشریحات رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر کے معلوم کر لیتے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ربوا کا مفہوم عرب کے نزدیک مبہم یا مجمل تھا، بلکہ مطلب صرف یہ ہے کہ اس کی ان اقسام کی تشریحات میں کچھ ابہام رہ گیا، جن کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مفہوم ربا میں داخل فرمایا ہے۔ قرض پر نفع لینے کا ربوا جو قرآن میں مذکور ہے اس میں کوئی ابہام واجمال نہیں۔

(۴۶) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ سُئِلَ عَنِ الرَّجُلِ يَكُوْنُ لَهُ الْحَقُّ عَلٰى رَجُلٍ اِلٰى اَجَلٍ فَيَقُوْلُ عَجِّلْ لِيْ وَاَنَا اَضَعُ عَنْكَ لَا بَاْسَ بِذٰلِكَ وَاِنَّمَا

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان سے کسی شخص نے سوال کیا کہ کسی شخص کے ذمہ کسی کا کوئی قرض ہو اور وہ میعاد مقررہ سے پہلے یہ کہے کہ میرا روپیہ آپ نقد دے دیں تو میں اپنے قرض کا کوئی حصہ چھوڑ دوں گا۔ ابن عباس رض نے

الرِّبَا اَخِّرْنِیْ وَاَنَا اَزِیْدُكَ وَلَیْسَ عَجِّلْ لِیْ وَاَنَا اَضَعُ لَكَ (کنز برمز ابنِ اَبِیْ شیبة)

فرمایا کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں، ربا تو اس میں ہے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ مجھے میعادِ مقرر سے مزید مہلت قرض میں دے دو تو میں تمہیں اتنی رقم زیادہ دونگا۔ اس میں ربا نہیں کہ میعاد سے پہلے دے دو تو اتنی رقم کم کر دوں گا۔

(۴۷) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَا تُشَارِكْ یَهُوْدِیًّا وَلَا نَصْرَانِیًّا وَلَا مَجُوْسِیًّا قِیْلَ وَلِمَ قَالَ لِاَنَّهُمْ یُرْبُوْنَ وَالرِّبَا لَا یَحِلُّ (کنز برمز عبدالرزّاق فِی الْجامع ص۲۳۳ ج۲)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کسی یہودی، نصرانی یا مجوسی کے ساتھ شرکت کا کاروبار نہ کرو۔ لوگوں نے وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ یہ لوگ ربا کے معاملات کرتے ہیں اور ربا حلال نہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ارشاد سے معلوم ہوا کہ سود خواروں کے ساتھ کاروبار میں شرکت کرنا بھی حرام ہے۔

ارادہ یہ کیا تھا کہ سود کی حرمت سے متعلق ایک چہل حدیث جمع کر دی جائے۔ جمع کرنے کے وقت چالیس سے بھی زیادہ احادیث جمع ہو گئیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات قرآن کریم کی تفسیر ہوتے ہیں۔

ان ارشادات کے مجموعہ پر جو شخص دیانت داری کے ساتھ نظر ڈالے گا اس کے سامنے سے وہ سب شبہات دور ہو جائیں گے جو آج کل عام طور پر مسئلہ سود کے متعلق پیش کئے جاتے ہیں اور شروع رسالہ میں ان کے جوابات بھی لکھے گئے ہیں یہاں پر مسئلہ سود کے پہلے حصے کو ختم کرتا ہوں، دوسرے حصے[1] اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی تو بعد میں لکھے جاویں گے۔ واللہ الموفق والمعین۔

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

ضمیمہ متعلقہ ص ۳۱

صحیح بخاری باب بدء الوحی میں ابوسفیان کی سرکردگی میں تجارِ عرب کے ایک قافلہ کا ذکر ہے کہ وہ ہرقل قیصرِ روم کے دربار میں پیش ہوا ــــ اس قافلہ کے متعلق فتح الباری میں بروایت ابن اسحاق ابوسفیان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ہرقل کے دربار میں انہوں نے یہ بیان دیا کہ:۔

> "ہم ایک تجارت پیشہ قوم ہیں مگر عرب کی قبائلی جنگوں کی وجہ سے راستہ مامون نہیں تھا، جب حدیبیہ کی صلح کا معاہدہ ہوا تو ہم ملک شام کی طرف تجارت کے لئے نکلے ــــ اور خدا کی قسم میرے علم میں مکہ کا کوئی فرد مرد یا عورت ایسا نہیں جس نے اس تجارتی قافلے میں حصہ نہ لیا ہو (فتح الباری ص ۲۶ ج ۱)

---

[1] الحمد للہ کہ اس رسالہ کی طبع ثانی کے وقت رسالہ تقسیم دولت کا اسلامی نظام اور بلا سود بینک کاری ـــ بیمہ زندگی ـــ پراویڈنٹ فنڈ اور احکام القمار طبع ہو چکے ہیں۔ اور مسئلہ سود کا دوسرا حصہ مولوی محمد تقی سلمہ نے مکمل کر لیا ہے جو اگلے صفحات میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے ۱۲ منہ

www.ahnafmedia.com

حصہ دوم

تجارتی سود

عقل اور شرع کی روشنی میں

مؤلفہ

مولانا محمد تقی عثمانی

www.ahnafmedia.com

www.ahnafmedia.com

حرفِ آغاز

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔

کافی عرصہ ہوا جناب یعقوب شاہ صاحب آڈیٹر جنرل پاکستان نے "سود سے متعلق چند سوالات" کے نام سے ایک سوال نامہ مرتب کیا تھا، جس میں انہوں نے مختلف علماء کرام کے سامنے اپنے وہ اشکالات پیش کئے تھے جو انہیں تجارتی سود کی حرمت پر پیش آئے، انہوں نے بلیغ جستجو اور تحقیق و تفتیش کرنے کے بعد اپنے وہ تمام نکات اس سوال نامے میں لکھ دیئے تھے جن کے تحت وہ یہ سمجھتے تھے کہ تجارتی سود حلال ہونا چاہیئے۔

اس سوال نامے کی ایک کاپی میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہم العالی کے پاس بھی آئی۔ یہ سوال نامہ عرصہ تک والد صاحب مدظلہم کے پاس رکھا رہا اور آپ اس پر ہجوم مشاغل کے سبب کچھ تحریر نہ فرما سکے۔ اس کے کچھ عرصے بعد جناب ماہر القادری (مدیر فاران کراچی) نے اسی مسئلہ پر ایک اور کتاب والد صاحب مدظلہم کو تبصرے کے لیے

دی، جو ادارہ ثقافتِ اسلامیہ کے رفیق جناب محمد جعفر شاہ صاحب پھلواروی کی تالیف کردہ تھی، اس کا ایک جزء جناب یعقوب شاہ صاحب کا سوال نامہ بھی تھا، اور پھر جناب جعفر شاہ صاحب نے اسی کے جواب میں تجارتی سود کی فقہی حیثیت سے بحث کی تھی۔ اور یہ ثابت کرنا چاہا تھا کہ تجارتی سود حرام نہیں۔

یہ کتاب بھی کافی دنوں تک والد صاحب قبلہ کے پاس رکھی رہی اور بے شمار مصروفیات کے سبب والد صاحب اس پر بھی کچھ تحریر نہ فرما سکے، بالآخر یہ دونوں چیزیں احقر کو عنایت فرمائیں اور حکم دیا کہ اس پر میں کچھ لکھوں، علمی بے مائگی کے باوجود تعمیلِ حکم کے لئے احقر نے اپنی بساط کے مطابق غور و فکر اور تحقیق کر کے کچھ لکھدیا۔ اب یہ موصوف کی نظرِ ثانی اور اصلاح و ترمیم کے بعد آپ کے سامنے ہے۔

یہاں یہ واضح رہے کہ آج کل دنیا میں سود کی دو صورتیں معروف ہیں۔

(۱) مہاجنی سود، جو کسی وقتی اور شخصی ضرورت کے واسطے لئے ہوئے قرض (USURY) پر لیا جائے۔

(۲) تجارتی سود، جو کسی نفع آور (PRODUCTIVE) کام کے واسطے لئے ہوئے قرض پر لیا جائے۔

قرآن و حدیث کی نصوص اور اجماعِ اُمت سود کی ہر قسم اور ہر شعبے کو سخت ترین حرام قرار دیتے ہیں، اور پہلی قسم کو تو سود کو حلال قرار دینے والے حضرات بھی حرام ہی کہتے ہیں، محترم یعقوب شاہ صاحب اور محمد جعفر شاہ صاحب پھلواروی کو سود کی جس صورت کے حرام ہونے میں شبہ ہے وہ سود کی دوسری صورت یعنی تجارتی سود ہے۔ اس لئے

ہم بھی اپنے اس مقالہ میں تجارتی سود ہی سے بحث کریں گے۔ مہاجنی سود ہمارے موضوع بحث سے خارج ہے۔

ان صفحات میں اُن دلائل کا جائزہ لینا مقصود ہے جو تجارتی سود کے جواز پر پیش کئے گئے ہیں واللہ المستعان!!

محمد تقی عثمانی

www.ahnafmedia.com

فقہی دلائل

پہلے ان دلائل کو لیجئے جو تجارتی سود کو جائز قرار دینے والے حضرات فقہی زاویۂ نگاہ سے پیش کرتے ہیں، ان حضرات کے دو گروہ ہو گئے ہیں، بعض تو وہ ہیں جو اپنے استدلال کی بنیاد اس بات پر رکھتے ہیں کہ تجارتی سود عہدِ رسالتؐ میں رائج تھا یا نہیں ___؟ اُن کا کہنا یہ ہے کہ قرآن کریم میں حرام سود کے لئے "الرّبٰوا" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس سے مراد سُود کی وہ مخصوص شکل ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یا آپؐ سے پہلے عہدِ جاہلیت میں رائج تھی۔ ظاہر ہے کہ قرآن کریم کے بلاواسطہ مخاطب اہل عرب ہیں، ان کے سامنے جب "الربٰوا" کا ذکر کیا جائے گا تو مراد وہی "ربا" ہو گا جو ان کی نگاہ میں جانا پہچانا و معروف ہو، اور جب ہم اس زمانے میں سود کی مروجہ صورتوں میں جستجو کرتے ہیں، تو ہمیں کہیں تجارتی سود کی شکل نہیں دکھائی دیتی، تجارتی سود اہل یورپ کی ایجاد ہے اور صنعتی انقلاب کے بعد جب صنعت و تجارت کو فروغ نصیب ہوا ہے اس وقت تجارتی سود (COMMERCIAL INTEREST) کا لین دین شروع ہوا ہے لہٰذا جن آیات سے سود کی حرمت معلوم ہوتی ہے ان سے تجارتی سود کے حرام ہونے پر استدلال صحیح نہیں

ہم پہلے اسی گروہ کے اس استدلال کا جائزہ لیتے ہیں:۔

ہماری نظر میں ان حضرات کا یہ استدلال بہت سطحی ہے، اس لئے کہ ان حضرات نے اپنی اس دلیل کی اس عمارت کو دو ہی ستونوں پر کھڑا کیا ہے، ایک تو یہ کہ "الربٰوا" سے مراد "ربا" کی وہی شکل و صورت ہے جو زمانۂ رسالتؐ میں رائج تھی، اور دوسرے یہ کہ تجارتی سود اس زمانے میں رائج نہیں تھا، اور ان ستونوں کو ذرا سی توجہ سے ٹھونک

بجاکر دیکھئے تو فوراً معلوم ہو جائے گا کہ یہ دونوں کھو کھلے ہیں۔

اول تو یہ بات ہی بے وزن ہے کہ "ربوا" کی جو شکل وصورت عہد جاہلیت میں رائج نہ ہو وہ حرام نہیں، اس لئے کہ اسلام کسی چیز کو حرام یا حلال قرار دیتا ہے تو اس کی ایک حقیقت سامنے ہوتی ہے۔ اسی پر احکام کا دارومدار ہوتا ہے۔ شکل وصورت کے بدلنے سے احکام میں کوئی فرق نہیں آتا، قرآن نے "الخمر" (شراب) کو حرام قرار دیا ہے، زمانۂ نبوتؐ میں وہ جس شکل وصورت کے ساتھ معروف تھی اور اس کے بنانے کے جو طریقے رائج تھے وہ سب بدل گئے مگر چونکہ حقیقت نہیں بدلی، اس لئے حکم بھی نہیں بدلا، ذبدستور حرام رہی۔ "الفحشاء" (بدکاری) کی صورتیں اس زمانے میں کچھ اور تھیں آج کچھ اور ہیں، زمین وآسمان کا تفاوت ہے مگر بدکاری بدکاری ہی ہے۔ اور قرآن کے وہی احکام اس پر نافذ ہیں۔ سود اور قمار کا بھی یہی حال ہے، اس زمانے میں اس کی جو شکل وصورت معروف تھی، آج اس سے بہت مختلف صورتیں رائج ہیں، مگر جس طرح مشینوں اور سائنٹیفک طریقوں سے کشید کی ہوئی شراب شراب ہے، اور سنیماؤں اور کلبوں کے ذریعہ پیدا کی ہوئی آشنائیاں اور ان کے نتیجہ میں بدکاریاں، بدکاریاں ہی ہیں تو اگر سود اور قمار کو نئی شکل دے کر بنکنگ یا لاٹری کا نام دیدیا جائے تو اس سے اس کے احکام کیوں بدلیں؟ یہ تو ایسا ہی ہوگیا جیسے کسی ہندوستانی ماہر موسیقی نے عرب کے بدوؤں کا گانا سن کر کہا تھا کہ قربان جائیے اپنے نبیؐ کے انہوں نے ان لوگوں کا گانا سنا اس لئے حرام قرار دے دیا، یہ بے شک حرام ہی ہونا چاہیئے، اگر ہمارا گانا سنتے تو کبھی حرام نہ کہتے۔

قرآن نے جو سود کی حرمت کا حکم دیا ہے لُے احتیاجی اور صرفی سود کے

ساتھ مخصوص کرنے کی حیثیت بھی اس سے زیادہ کچھ نہیں۔

کیا تجارتی سود عہد رسالت میں رائج نہ تھا؟

پھر اس دلیل کا دوسرا مقدمہ بھی درست نہیں کہ "کمرشیل انٹرسٹ" عہد جاہلیت میں رائج نہ تھا۔ یہ کہنا دراصل تاریخ اور روایات سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔ جاہلیت عرب اور پھر اسلامی دور کی تاریخ پر سرسری نظر ڈالنے کے بعد یہ بات بالکل آشکارا ہو جاتی ہے کہ اس زمانے میں سود کا لین دین صرف احتیاجی اور صرفی قرضوں پر نہیں تھا بلکہ تجارتی اغراض اور نفع بخش مقاصد کے لئے بھی قرض لئے اور دیئے جاتے تھے۔ ذرا ان روایتوں کو خوب غور سے دیکھئے:-

(۱) كانت بنو عمرو بن عامر يأخذون الربوا من بني المغيرة و كانت بنو المغيرة يربون لهم في الجاهلية فجاء الاسلام و لهم عليهم مال كثير۔	جاہلیت کے زمانے میں بنو عمرو بن عامر، بنو مغیرہ سے سود لیتے تھے اور بنو مغیرہ انہیں سود دیتے تھے چنانچہ جب اسلام آیا تو ان پر ایک بھاری مال واجب تھا۔

(در منثور بحوالۂ ابن جریر عن ابن جریج ص ۳۶۶ جلد اول)

اس روایت؎ میں عرب کے دو قبیلوں کے درمیان سودی لین دین کا ذکر کیا گیا ہے، یہ بات ذہن میں رکھئے کہ ان قبیلوں کی حیثیت تجارتی کمپنیوں جیسی تھی۔

؎ خلیفہ وقت نے مرتے وقت اپنے بیٹوں کو وصیت کرتے ہوئے کہا کہ "بنی ثقیف پر جو میری سود کی رقم ہے اسے بھی بغیر لئے نہ چھوڑنا" ترجمہ سیرت ابن ہشام ص ۴۲۰ ج اول) اس میں مقروض ایک قبیلہ ہے جو شخصی یا وقتی غرض سے ہرگز قرض نہیں لے سکتا یقیناً اس کی حیثیت ملکی قرضوں کی سی ہے ۱۲ (محمد تقی عثمانی)۔

ایک قبیلے[2] کے افراد اپنا مال ایک جگہ جمع کر کے اجتماعی انداز میں اس سے تجارت کیا کرتے تھے، پھر یہ قبیلے اچھے خاصے مالدار بھی تھے، اب آپ خود ہی فیصلہ کر لیجئے کہ کیا دو مال دار قبیلوں کے درمیان سود کا مسلسل کاروبار کسی ہنگامی ضرورت کے لئے ہو سکتا ہے؟ یقیناً یہ لین دین تجارتی بنیادوں پر تھا۔

اس دلیل پر جناب یعقوب شاہ صاحب نے دسمبر ۶۱ء کے ماہنامہ "ثقافت" میں یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ قرض تجارتی نہیں زراعتی ہوتے تھے، اس پر انہوں نے ایک روایتی تائید بھی پیش کی ہے مگر ہماری نظر میں اول تو ابوسفیان کے قافلۂ تجارت سے اس کی صاف تردید ہو جاتی ہے اور اگر اس کو مان بھی لیا جائے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا اس لئے کہ قرض خواہ تجارتی ہو یا زراعتی ہو، بہرحال نفع آور تھا اور اگر نفع بخش اغراض کے لئے زراعتی سود ناجائز ہو سکتا ہے تو تجارتی سود کی وجہ جواز اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ یورپ کی منڈیوں میں اب زیادہ ضرورت تجارتی سود ہی کی ہے، اُسے حلال کرنا پیش نظر ہے۔

رہا یہ کہنا کہ "یہ طرز فکر آج کل کے ترقی یافتہ طریقۂ زراعت کا آئینہ دار ہے جس

---

[2] اس کا اندازہ اس واقعے سے ہو سکتا ہے جو جنگ بدر کا محرک بنا، ابوسفیانؓ (حالتِ کفر میں) ایک تجارتی قافلہ شام سے لے کر آ رہے تھے اور اس کے بارے میں تاریخ کہتی ہے کہ اس میں مکہ کے ہر فرد کا حصہ تھا۔ علامہ زرقانی رح اپنی مشہور کتاب "شرح المواہب اللدنیہ" میں لکھتے ہیں:-

لم یبق قرشی ولا قرشیۃ لہٗ مثقال الابعث بہٖ فی العیر۔ (ص ۴۱۱ ج اول)

کوئی قریشی مرد ہو یا عورت ایسا نہ تھا جس کے پاس ایک درہم ہو اور وہ اس نے قافلہ میں بھیجا ہو

میں مشینوں اور مصنوعی کھاد پر زور دیا جاتا ہے ورنہ پرانے زمانے میں کاشتکار جو قرض لیتے تھے وہ احتیاجی اور صرفی ہوتے تھے یہ تو یہ بہت بعید سی بات ہے اس لئے کہ قدیم زمانے میں بھی زراعت پیشہ لوگ بڑے مال دار ہوتے تھے اور بڑے اونچے پیمانے پر بھی زراعت کی جاتی تھی، پھر اس روایت میں تو قبیلوں کے اجتماعی قرض کا ذکر ہے، انفرادی قرض نہیں، ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ پورے کے پورے قبیلے کے قرض کو "صرفی اور احتیاجی" کس طرح قرار دیا جا سکتا ہے۔

ایک بہت واضح دلیل

(۲) در منثور ہی میں علامہ سیوطی رحؒ نے حضرت ابوہریرہؓ کی ایک روایت نقل کی ہے :-

من لم يترك المخابرة	جو شخص مخابرہ "نہ چھوڑے وہ اللہ
فليؤذن بحرب من الله ورسوله	اور اس کے رسولؐ کی طرف سے اعلانِ جنگ
(ابوداؤد و حاکم)	سن لے" (ابوداؤد و حاکم)

اس روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "مخابرہ" کو سود ہی کی ایک صورت قرار دے کر ناجائز قرار دیا اور جس طرح سود خوار کے خلاف خدا اور رسولؐ نے اعلان جنگ کیا ہے۔ اسی طرح "مخابرہ" کرنے والے کے خلاف بھی کیا۔

اس روایت سے استدلال سمجھنے کے لئے "مخابرہ" کا مطلب سمجھ لیجئے۔

"مخابرہ" بٹائی کی ایک صورت ہے اور وہ یہ کہ زمیندار کسی کاشتکار کو اپنی زمین اس معاہدے پر دے کہ کاشتکار اس کو غلّہ کی ایک معیّن مقدار دیا کرے، فرض کیجئے کہ آپ کی ایک زمین ہے۔ اور آپ وہ زید کو اس معاہدے پر کاشت کے لئے دیں کہ وہ غلّہ کی ایک معین مقدار مثلاً پانچ من ہر فصل پر آپ کو دیتا رہے گا۔ خواہ اس کی

www.ahnafmedia.com

پیداوار کم ہو یا زیادہ یا بالکل نہ ہو۔ یا مثلاً یہ معاہدہ طے ہو کہ جتنی پیداوار پانی کی نالیوں کے قریبی حصوں پر ہوگی وہ آپ کو دے دے اور باقی کاشتکار رکھے۔ یہ معاملہ "مخابرہ" کہلاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاملے کو "ربوا" کی ایک شکل قرار دے کر حرام فرمایا ہے اب آپ ہی غور فرمائیں کہ یہ معاملہ ربوا کی کون سی صورت سے متعلق ہے؟ صرفی اور احتیاجی سود سے یا تجارتی سود سے؟ ظاہر ہے کہ یہ صورت تجارتی سود سے مشابہ ہے۔ جس طرح تجارتی سود میں قرض لینے والا قرض کی رقم کسی نفع آور کام میں لگاتا ہے اسی طرح مخابرہ میں کاشتکار زمین کو نفع آور کام میں لگا دیتا ہے، صرفی اور احتیاجی سود میں ایسا نہیں ہوتا۔

پھر جو علتِ تحریم "مخابرہ" کو ناجائز قرار دیتی ہے وہ یہ ہے کہ ممکن ہے کاشت کے بعد کل پیداوار پانچ من ہی ہو اور بیچارے کاشتکار کو کچھ بھی نہ ملے۔ یہی علت تجارتی سود میں بھی پائی جاتی ہے کہ ممکن ہے جو رقم قرض لے کر تجارت میں لگائی گئی ہے اس سے صرف اتنا ہی نفع ہو جتنا کہ اسے سود میں دیدینا ہے۔ یا اتنا بھی نہ ہو (جس کی پوری تفصیل آگے آرہی ہے) اور یہ علت صرفی اور احتیاجی سود میں نہیں پائی جاتی ہے، کیوں کہ مقروض قرض کی رقم کسی تجارت میں نہیں لگاتا۔ اس کے حرام ہونے کی علت کچھ اور ہے۔

خلاصہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "مخابرہ" کو "ربوا" میں داخل فرمایا اور مخابرہ صرفی سود کے مشابہ نہیں ہو سکتا وہ تجارتی سود کے مشابہ ہے، اس سے یہ بھی پتہ چل گیا کہ عہد رسالت میں نفع بخش کاموں میں لگانے کے لئے سودی لین دین

کا رواج تھا، اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ سود حرام ہے۔

ایک اور دلیل

اب آپ ایک اور روایت پر غور فرمائیے۔

عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیأتین علی الناس زمان لا یبقی احدٌ الا اٰکل الربوا فمن لم یأکلہ اصابہ من غبارہٖ۔	حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ ضرور آئے گا جس میں کوئی ایسا شخص باقی نہ رہے گا جس نے سود نہ کھایا ہو اور اگر کسی نے نہ کھایا ہو گا تو اس کا غبار
(درمنثور بحوالہ ابوداؤد ابن ماجہ)	اس تک ضرور پہنچا ہو گا۔

اس روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے زمانے کی خبر دی ہے جس میں سود خواری بہت عام ہو جائے گی اگر اس سے مراد موجودہ زمانہ ہے (جیسا کہ ظاہر بھی ہے) تو آپ غور فرمائیے کہ اس زمانے میں کون سے سود کو اس قدر عموم حاصل ہوا ہے جس سے بچنا مشکل ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ اس زمانے میں تجارتی سود عام ہو رہا ہے اور مہاجنی سود گھٹتا جا رہا ہے۔

اور اگر حدیث میں جس زمانے کی پیش گوئی کی گئی ہے اس سے مراد کوئی آئندہ زمانہ ہے تو اول تو بظاہر تجارتی سود ہی بڑھے گا اور مہاجنی سود گھٹتا رہے گا۔ اور دوسرے عقلاً بھی یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ مہاجنی سود کے رواج عام سے ہر شخص تک اس کا اثر ضرور پہنچے، یہ بات بہت بعید ہے کہ دنیا میں بسنے والوں کی اکثریت مہاجن بن جائے اور سود لے کر کھاتی رہے، اور پھر اگر ایسا ہو بھی تو جو لوگ سود پر قرض

لیں گے۔ کم از کم وہ تو سود کا غبار کھانے سے بھی بچے رہیں گے، حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یہ ہے کہ ہر شخص کو اس کا غبار تو ضرور ہی پہنچے گا۔

سود کا ایسا رواج عام جس سے کہ ہر کس و ناکس کو اس کا کچھ نہ کچھ غبار ضرور پہنچے، تجارتی سود ہی میں ممکن ہے جیسا کہ بینکنگ کے موجودہ نظام میں ہو رہا ہے۔ تقریباً آدھی دنیا کا روپیہ بینکوں میں جمع رہتا ہے جس پر انہیں سود دیا جاتا ہے۔ بڑے سرمایہ داران بینکوں سے سود کا لین دین کرتے ہیں اور چھوٹے تاجر بینک میں روپیہ جمع رکھتے ہیں، پھر بینکنگ کچھ اتنے بڑے پیمانے پر ہونے لگی ہے کہ ہر ایک بینک میں سینکڑوں کی تعداد میں لوگ نوکری کرتے ہیں۔ اس طرح کسی نہ کسی درجہ میں سود کی نجاست سے ملوث ہو جاتے ہیں، اور جو لوگ براہ راست ملوث نہیں ہوتے تو وہ مال جو بذریعہ سود حاصل کیا جاتا ہے، جب اس کی گردش ملک میں ہوتی ہے تو بالواسطہ ہی سہی مگر سود کے پیسہ سے ہر شخص ملوث ہو جاتا ہے جس کو حدیث میں سود کا غبار کہا گیا ہے اور جس سے بچنے کا دعویٰ کوئی بڑے سے بڑا متقی بھی نہیں کر سکتا۔

اس لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مذکورہ بالا ارشاد تجارتی سود ہی کے بارے میں ہو سکتا ہے۔

حضرت زبیر بن عوامؓ

اس کے علاوہ حضرت زبیر بن عوامؓ کا جو طرز عمل اس سلسلے میں روایات سے ثابت ہوتا ہے وہ بڑی حد تک اس طریقے سے مشابہ ہے جو آج بینکنگ کے نظام میں رائج ہے۔

حضرت زبیرؓ اپنی امانت و دیانت کے اعتبار سے مشہور تھے، اس لئے بڑے بڑے لوگ ان کے پاس اپنی امانتیں جمع کرایا کرتے تھے اور اپنی مختلف ضروریات کی بنا پر

پر وہ اپنی پوری یا تھوڑی رقمیں واپس بھی لیتے رہتے تھے۔ حضرت زبیرؓ کے بارے میں بخاری کتاب الجہاد باب برکۃ الغازی فی مالہ اور طبقات ابن سعد میں بضمن طبقات البدریین من المہاجرین یہ تصریح موجود ہے کہ یہ لوگوں کی رقموں کو بطور امانت رکھنا منظور نہیں کرتے تھے بلکہ کہدیا کرتے تھے:۔

لا ولکن ھو سلفٌ — یہ امانت نہیں قرض ہے

اس کا مقصد کیا تھا؟ شارح بخاری حافظ ابن حجرؒ کی زبانی سنیئے:۔

وکان غرضہٗ بذالک انہٗ کان یخشی علی المال أن یضیع فیظن بہ التقصیر فی حفظہ فرأی ان یجعلہٗ مضمونًا فیکون اوثق لصاحب المال وأبقی لمروتہ و زاد ابن بطال لیطیب لہٗ ربح ذالک المال، (فتح الباری ص ۱۵۵، ج ۶)

اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ انہیں خطرہ تھا کہ کہیں مال ضائع نہ ہو جائے اور یہ سمجھا جائے کہ انہوں نے اس کی حفاظت میں کوتاہی کی ہوگی اس لئے انہوں نے یہ مناسب سمجھا کہ اسے (قرض بنا کر) بہرصورت واجب الادا قرار دے لیں تاکہ مال والے کو بھروسہ زیادہ رہے اور ان کی ساکھ بھی قائم رہے، ابن بطالؒ نے یہ بھی فرمایا کہ "وہ ایسا اس لئے بھی کرتے تھے تاکہ اس مال سے تجارت کرنا اور فائدہ کمانا ان کے لئے جائز ہو جائے۔

اس طریقہ سے حضرت زبیرؓ کے پاس کتنی بڑی رقمیں ہو جاتی تھیں؟ اس کا اندازہ طبقات ابن سعد کی اس روایت سے کیجئے۔

قال عبد اللہ بن الزبیرؓ فحسبتُ — حضرت زبیرؓ کے بیٹے عبداللہؓ فرماتے

www.ahnafmedia.com

مَا علیہ من الدیون فوجدتہ ألفی ألف ومائتی الف۔ ‏ ہیں کہ میں نے ان کے ذمہ واجب الادا قرضوں کا حساب لگایا تو وہ بائیس لاکھ نکلے۔

(طبقات ص ۱۰۹ ج ۳)

حضرت زبیرؓ جیسے متمول صحابی پر یہ بائیس لاکھ روپیہ کا قرض ظاہر ہے کہ کسی صرفی اور وقتی ضرورت کے لئے نہیں تھا بلکہ یہ امانتوں کا سرمایہ تھا اور یہ تمام سرمایہ کاروبار ہی میں مشغول تھا، کیونکہ حضرت زبیرؓ نے وفات سے قبل اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ کو یہ وصیت فرمائی تھی کہ ہماری تمام املاک کو فروخت کرکے یہ رقم ادا کی جائے، اس کی تصریح بھی طبقات ابن سعدؓ ہی میں موجود ہے یا بنی بع مالنا واقض دینی (بیٹے! ہمارا مال فروخت کرکے قرضہ ادا کرنا) (بحوالۂ بالا)

پانچویں شہادت

امام بغویؒ نے بروایتِ عطاءؒ و عکرمہؒ ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ حضرت عباسؓ اور حضرت عثمانؓ کی ایک سودی رقم کسی تاجر کے ذمہ واجب تھی، اس کا مطالبہ کیا گیا تو حرمتِ ربوٰا کی آیات کے تحت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے روک دیا، اور سود کی رقم چھوڑنے کا فیصلہ کیا

اس روایت میں تصریح ہے کہ حضرت عباسؓ اور حضرت عثمانؓ نے یہ رقم ایک تاجر کو قرض دی تھی۔

ہند بنت عتبہ کا واقعہ

(۶) علامہ طبریؒ نے ۲۳ھ کے واقعات میں ایک واقعہ یہ نقل کیا ہے کہ:-

ان هند بنت عتبة قامت الی عمر بن الخطابؓ فاستقرضته ‏ ہند بنت عتبہ حضرت عمرؓ کے پاس آئی اور بیت المال سے چار ہزار قرض

من بیت المال اُدبعۃ الاف تتجرفیہا وتضمنہا فأقرضہا فخرجت إلی بلاد کلب فاشترت وباعت الخ	مانگے تاکہ ان سے تجارت کرے اور ان کی ضامن ہو، حضرت عمرؓ نے دیدیئے چنانچہ وہ بلادِ کلب میں گئی اور مال خرید کر فروخت کیا۔

اس میں خاص تجارت کے لئے تجارت کے نام سے روپیہ قرض لینے اور دینے کا ذکر ہے۔ کیا اس کے بعد بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ قرونِ اولیٰ میں تجارت کے لئے قرض لینے دینے کا رواج نہ تھا، ہاں یہ صحیح ہے کہ اس قرض پر سود لینے دینے کا رواج احکام قرآنی نازل ہونے کے بعد نہ رہا تھا۔ جیسا کہ اس واقعہ میں چار ہزار قرض بلا سود دینا مذکور ہے۔

حضرت ابن عمرؓ کا واقعہ

مؤطا امام مالکؒ میں ایک لمبی روایت ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے صاحبزادے عبداللہؓ اور حضرت عبیداللہؓ ایک لشکر کے ساتھ عراق گئے، لوٹتے وقت حضرت ابو موسیٰ سے ملنے گئے انہوں نے فرمایا کہ اگر میرے لئے آپ کو کوئی نفع پہنچانا ممکن ہو تو ضرور پہنچاؤں گا، پھر فرمایا کہ میرے پاس بیت المال کی ایک رقم ہے، میں وہ امیر المومنین کو بھیجنا چاہتا ہوں وہ میں آپ کو قرض دیتا ہوں آپ اس سے مال تجارت لے کر جائیں اور مدینہ جا کر فروخت کریں اور اصل رقم امیر المومنین کو پہنچا کر منافع خود رکھ لیں، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا (موطا مالکؒ ص ۲۸۵ کتاب القراض)

اس واقعہ میں بھی تجارت ہی کے لئے قرض لیا گیا ہے۔

عہدِ سلف کے یہ چند واقعات سرسری نظر میں سامنے آئے، اگر باقاعدہ جستجو کی جائے تو اور بھی بہت مل سکتے ہیں لیکن ان سب کو جمع کر کے مضمون کو طول دینا بے حاصل ہی

www.ahnafmedia.com

ہوگا، مذکورہ سات پختہ شہادتیں ایک منصف مزاج انسان کو یہ رائے قائم کرنے پر مجبور کردیتی ہیں کہ تجارتی قرضے اس نئے دورِ تہذیب ہی کی ایجاد نہیں بلکہ ان کا رواج اہل عرب میں قدیم زمانے سے تھا۔ ہم نے جو روایات اوپر پیش کی ہیں ان سے قدرِ مشترک کے طور پر یہ بات بوضاحت سامنے آجاتی ہے کہ تجارتی قرض اور ان پر سود کا لین دین اہل عرب کے معاشرے میں کوئی نامانوس اور اچنبھے کی بات نہ تھی بلکہ اس کا بھی اسی طرح عام رواج تھا جس طرح حاجت مندانہ اور صرفی قرضوں کا۔

دوسرا گروہ

تجارتی سود کو جائز کہنے والوں کا دوسرا گروہ وہ ہے جو اپنے استدلال کی بنیاد سود کے عہدِ جاہلیت میں رائج ہونے یا نہ ہونے پر نہیں رکھتا بلکہ وہ اس کے جواز پر کچھ اور ایجابی دلائل پیش کرتا ہے، اس گروہ نے کئی دلائل پیش کئے ہیں، ہم ان میں سے ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ لیتے ہیں۔

کیا تجارتی سود میں ظلم نہیں؟

ان کی پہلی دلیل یہ ہے کہ اس بات کا تو نفس مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں کہ تجارتی سود کا رواج عہد رسالتؐ میں تھا یا نہیں، لیکن ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ سود کی روح تجارتی سود میں پائی جاتی ہے یا نہیں؟

ان کا یہ کہنا ہے کہ سود کے حرام ہونے کی علت یہ ہے کہ اس میں قرض لینے والے کا نقصان ہوتا ہے، اس بیچارے کو محض اپنی تنگدستی کے "جرم" میں ایک چیز کی قیمت اس کی اصل قیمت سے زائد دینی پڑتی ہے اور دوسری طرف قرض دینے والا اپنے فاضل سرمایہ سے بغیر کسی محنت کے مزید مال وصول کرتا ہے جو سراسر ظلم ہے۔ لیکن یہ علت تجارتی سود میں نہیں پائی جاتی بلکہ اس میں قرض دار اور قرض خواہ دونوں کا فائدہ ہے۔

قرض دار قرض کی رقم کو تجارت میں لگا کر نفع حاصل کر لیتا ہے اور قرضخواہ قرض کی رقم پر سود لے کر، اس لئے اس میں کسی کے ساتھ ناانصافی اور ظلم نہیں ہوتا۔

یہ دلیل آج کل لوگوں کو بہت اپیل کرتی ہے اور بظاہر بڑی خوشنما ہے۔ لیکن آپ تھوڑا سا غور وفکر کیجئے تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ یہ بھی اپنے اندر کوئی وزن نہیں رکھتی، اس دلیل کا سارا دارومدار اس بات پر ہے کہ تجارتی سود میں کسی کا نقصان نہیں۔ کیونکہ حُرمتِ سود کی حکمت صرف وہ نہیں جو حامیانِ تجارتی سود نے پیش کی ہے۔ اس کے بہت سے اسباب ہیں۔ منجملہ ان کے ایک حکمت وہ بھی ہے کہ کسی فریق کا نقصان اس میں ضرور ہوتا ہے، اور نقصان والا معاملہ ناجائز ہوتا ہے مگر تھوڑے سے تغیر کے ساتھ ان حضرات نے تو بات یہیں تک ختم کردی ہے کہ ایک فریق کا نقصان اور دوسرے کا فائدہ ہو تو معاملہ ناجائز ہوتا ہے اور دونوں کا فائدہ ہو تو جائز۔ حالانکہ بات یہیں تک محدود نہیں بلکہ اگر دونوں کا فائدہ ہو سکتا ہو مگر ایک فائدہ یقینی ہو اور دوسرے کا یقینی نہ ہو، مشتبہ ہو، تب بھی معاملہ ناجائز ہوتا ہے جیسا کہ "مخابرہ" کی صورت میں آپ معلوم کر چکے۔

جناب یعقوب شاہ صاحب دسمبر ۱۹۶۱ء کے ماہنامہ "ثقافت" میں اس پر اعتراض کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:۔

> "کیا قرآن مجید میں کوئی ایسا حکم موجود ہے جو اس منافعہ کی رقم کو مشتبہ رکھ لینے کی جگہ معین کر لینے کو ممنوع قرار دیتا ہے؟"

ہم اس کے جواب میں ان سے بصد ادب یہ پوچھیں گے کہ "مخابرہ" کے ناجائز ہونے کی کیا وجہ ہے؟ اُسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم

کے خلاف اعلانِ جنگ کیوں قرار دیا ہے ؟ صرف اور صرف اس لئے کہ اس میں ایک فریق کا معین نفع ہے اور ایک کا مشتبہ۔

اب دیکھ لیجیے کہ یہ علت تجارتی سود میں بھی پائی جاتی ہے یا نہیں ؟

ظاہر ہے کہ قرض لینے والا جو مال تجارت میں لگاتا ہے اس میں یہ کوئی فردی نہیں کہ اُسے نفع ہی ہو،

یا

نفع ہو تو اتنی مقدار میں کہ وہ سود ادا کرنے کے بعد بھی بچ رہے۔ ہو سکتا ہے کہ اسے تجارت میں خسارہ آجائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ نفع اتنا کم ہو کہ سود ادا کرنے کے بعد کچھ نہ بچے، یا نفع تو زیادہ ہو مگر اس کے حاصل کرنے میں اتنی مدت صرف ہو جائے کہ اس کی وجہ سے سود کی رقم اصل مال سے بھی بڑھ گئی ہو۔ فرض کیجیے کہ آپ نے کسی شخص سے ایک ہزار روپیہ، تین روپے فیصد سالانہ کی شرح سود سے قرض لیا اور کسی تجارت میں لگا دیا اب اس میں مندرجہ ذیل عقلی احتمالات ہیں:-

(۱) آپ کو ایک ہی سال میں پانچ سو روپیہ کا فائدہ ہو گیا تو آپ فائدہ میں سے تیس روپے قرض خواہ کو دے کر باقی سب آپ نے لے لیا۔

(۲) آپ کو ایک سال میں کل ساٹھ روپے کا نفع ہوا اس میں سے تیس آپ قرض خواہ کو دیں گے اور تیس اپنے پاس رکھیں گے۔

(۳) آپ کو پانچ سال میں دو سو روپے کا فائدہ ہوا، اس میں سے ڈیڑھ سو قرض خواہ کو دیں گے اور پچاس آپ کے پاس بچیں گے۔

(۴) آپ کو پانچ سال میں ڈیڑھ سو ہی کا فائدہ ہوا تو آپ سارا نفع سود ہی میں

www.ahnafmedia.com

دے دیں گے آپ کے پاس کچھ نہ بچے گا۔

(۵) آپ کو ایک سال میں کل تیس روپے کا فائدہ ہوا تب بھی آپ وہ سارا سود میں دے دیدیں گے آپ کے پاس ایک پیسہ بھی نہ رہے گا۔

(۶) آپ کو ایک سال ہی میں کل دس روپیہ کا فائدہ ہوا تو آپ وہ تو ساہوکار کو دیں گے ہی، آپ کو اپنی جیب سے بیس روپے مزید دینے پڑیں گے۔

(۷) آپ نے ایک سال تک تجارت کی مگر ایک پیسے کا نفع بھی نہ ہو تو محنت بھی بیکار گئی اور تیس روپے اپنی جیب سے دینے پڑے۔

(۸) اور اگر آپ نے دس سال تک تجارت کی اور پھر بھی کوئی نفع نہ ہوا تو آپ کو تین سو روپے بھگتنے پڑیں گے۔

(۹) آپ نے ایک سال تک تجارت کی مگر اس میں سو روپے کا نقصان ہو گیا تو آپ کو یہ نقصان بھی بھگتنا ہوگا اور تیس روپے علیحدہ دینے ہوں گے۔

(۱۰) آپ نے دس سال تک تجارت کی اور اس میں سو روپے کا نقصان ہو گیا تو نقصان بھی آپ کی گردن پر رہا اور تین سو روپے سود کے اس کے علاوہ ہیں۔

ان دس صورتوں میں سے صرف پہلی اور دوسری صورت تو ایسی ہے جس میں دونوں کا فائدہ ہے کسی کا نقصان نہیں باقی تمام صورتوں میں آپ کا نقصان ہے کہ کہیں آپ کو ساہوکار سے کم نفع ہوا، کہیں کچھ بھی نہ ہوا اور کہیں الٹا نقصان ہوا، کہیں اس وجہ سے کہ تجارت بارآور نہ ہوئی، کہیں اس وجہ سے کہ نفع تو ہوا مگر سود میں چلا گیا۔ لیکن ان تمام صورتوں میں ساہوکار کا فائدہ کہیں نہیں گیا اُسے ہر جگہ نفع ملتا رہا ہے۔

www.ahnafmedia.com

اب آپ بنظر انصاف غور فرمایئے کہ یہ بھی کوئی معقول معاملہ ہے جس میں دو ایک ہی جیسے افراد میں سے ایک کا کبھی نقصان ہوتا ہے کبھی نفع اور دوسرا نفع ہی بٹورتا رہتا ہے، اس معاملہ کو کون سی شریعت اور کون سی عقل گوارا کر سکتی ہے؟

اس پر جناب یعقوب شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ:۔

"تجارت کے لئے روپیہ سود پر اس واسطے لیا جاتا ہے کہ قرض لینے والے کو شرح سود سے کئی گنا زائد نفع کی امید ہوتی ہے۔ اور اکثر یہ امید برآتی ہے ورنہ پیداواری سود کو اس قدر فروغ حاصل نہ ہوتا۔ ایسے قرض دینے والے کو ایک چھوٹی رقم مقررہ وقت پر ملتی رہتی ہے اور اس کے برخلاف قرض لینے والا اکثر اس رقم سے کئی گناہ فائدہ کما لیتا ہے اور کبھی اس کو نقصان بھی ہوتا ہے مگر اس خطرہ کو قبول کرنا تجارت کا عام مسلک ہے اور یہ ایسی چیز نہیں اور اس سے ایسی خرابیاں پیدا نہیں ہوتیں کہ فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ کی سزا کی مستحق ہو"

(ماہنامہ ثقافت دسمبر ۱۹۶۱ء)

اس کے جواب میں ہم صرف اتنا عرض کریں گے کہ نفع کی امید ہونا اس بات کی دلیل ہرگز نہیں بن سکتا کہ وہ معاملہ جائز ہے، اس لئے کہ نفع کی امید تو کاشتکار کو "مخابرہ" کی صورت میں بھی ہوتی ہے اسی لئے تو وہ یہ معاملہ کر لیتا ہے، مگر اس کے باوجود بصراحتِ حدیث "مخابرہ" ناجائز ہے اور اس کے بارے میں "فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ" الخ کی وعید آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں پڑھ چکے کہ:۔

من لم یترک المخابرۃ فلیؤذن بحرب من اللّٰہ ورسولہ۔ (ابو داؤد و حاکم)

جو مخابرہ نہ چھوڑے وہ اللہ اور رسولؐ کی طرف سے اعلان جنگ سن لے۔

سرمایہ اور محنت کے اشتراک کا اسلامی تصور

اسلامی شریعت نے سرمایہ اور محنت کے اشتراک کی ایک سیدھی سادی، آسان اور مفید شکل، مضاربت "تجویز کر دی ہے کہ ایک کا سرمایہ ہو، دوسرے کی محنت ہو اور نفع میں دونوں کی شرکت یقینی طور پر ایک ہی نوعیت کی ہو۔ نہ اس سے کسی کی حق تلفی ہوتی ہے نہ کسی پر ظلم ہے، دونوں ہر حیثیت سے برابر ہیں۔ نفع ہے تو دونوں کا برابر ہے، نقصان ہے تو دونوں کو ہے، مگر نہ جانے اسلامی شریعت سے خدا واسطے کا بیر ہے یا سرمایہ دارانہ نظام نے عقلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں کہ لوگ اس سیدھی سادی صورتِ اشتراک کو چھوڑ کر اس پُر پیچ اور مضر صورت کو اختیار کرنا زیادہ پسند کرتے ہیں۔

جناب محمد جعفر شاہ صاحب نے "کمرشیل انٹرسٹ کی فقہی حیثیت" میں مضاربت کی شکل پر یہ اشکال پیش کیا ہے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص غلے کی تجارت کرتا ہے اور اس کے پاس خاصی رقم بھی موجود ہے، ایک دوسرا شخص اس سے یہ کہتا ہے کہ میں "بس سروس" کا تجربہ رکھتا ہوں مگر میرے پاس سرمایہ نہیں، اگر تم رقم لگاؤ تو اس میں خاصا منافع ہو سکتا ہے، جس میں ہم دونوں شریک ہوں گے، اب ظاہر ہے کہ غلے کی تجارت کرنے والا اپنی تجارت میں روپیہ لگا سکتا ہے لیکن وہ ساتھ ہی اس شخص کا نفع بھی چاہتا ہے اور چاہتا ہے کہ میں موٹر سروس کا کام بھی شرکت میں کر دوں لیکن اسے

یہ بھی خیال ہے کہ میں خود موٹر کے کام سے نابلد ہوں اور یہ میری ناواقفیت سے فائدہ اٹھا سکتا ہے کہ مضاربت میں میرے اصل حصے میں بٹے بازی سے کام لے، اور مجھے پورا حصہ نہ مل سکے، نیز میں اس کے حساب کتاب کی جانچ پڑتال کے لیے وقت نہیں نکال سکتا۔ اس صورت میں اس کے پاس سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں کہ وہ اسے سود پر قرض دیدے اور ایک قلیل مگر معین نفع پر قناعت کرے،

مگر ہمیں افسوس ہے کہ ان حضرات نے بہت تلاش و جستجو کے بعد ایک لمبی چوڑی شکل نکالی، مگر اس میں مضاربت کے طریقے کو چھوڑنے کی کوئی وجہ نہیں، اس لیے کہ کوئی بیوقوف سے بے وقوف انسان بھی ایسی حماقت نہیں کر سکتا کہ صرف فریب میں آجانے کے موہوم خطرے سے اپنے زیادہ نفع کو چھوڑ دے اور کم پر راضی ہو جائے۔ ظاہر ہے کہ اگر بالفرض اس کا شریک دھوکہ دے کر اس حصے میں سے مال کم بھی کر لے تو اس کے لئے سود کی قلیل شرح لینا اور حصہ کم لینا دونوں برابر ہیں پھر اسے خواہ مخواہ ہاتھ گھما کر ناک پکڑنے کی کیا ضرورت ہے ؟ اور اگر اسے اپنے شریک کی دیانت کے بارے میں اس قدر بدگمانی ہے کہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ وہ دھوکہ دے کر تجارت میں نقصان ظاہر کرے گا حالانکہ درحقیقت اس میں نفع ہوگا، تو پھر ایسے شخص کے ساتھ معاملہ کر کے اس کی ہمت افزائی کرنے کا اسے کس ڈاکٹر نے مشورہ دیا ہے ؟

ہاں البتہ یہ خیال اس شخص کے دل میں ضرور پیدا ہوگا جو نفع کی صورت میں تو مسلسل شریک رہنا چاہتا ہو لیکن ساتھ ہی نقصان کی زد سے دامن بچا لینے کا بھی خواہش مند ہو، اس کے دل میں یہ کھوٹ ہو کہ میرے لیئے کوئی خطرہ لاحق نہ ہو، اور نقصان ہو تو مجھ پر اس کا کوئی اثر نہ پڑے بلکہ میرا نفع کہیں نہ جائے۔

اسلام کا انصاف پسند مزاج اسے اس عیاری اور خود غرضی کی ہرگز اجازت نہیں دیگا۔

اس تشریح سے حامیانِ سود کا ایک وہ استدلال بھی ختم ہو جاتا ہے جس میں انہوں نے تجارتی سود کو مضاربت کے مشابہ قرار دے کر جائز کہا ہے۔ گذشتہ صفحات کی بحث سے تجارتی سود اور مضاربت کا عظیم فرق آپ کے ذہن نشین ہو گیا ہوگا، کہ مضاربت میں دونوں شریک نفع اور نقصان دونوں میں شریک رہتے ہیں، اور تجارتی سود ایک کا نفع معین رکھتا ہے اور دوسرے کا مشتبہ اور موہوم، اس لئے دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

تجارتی سود رضامندی کا سودا ہے

(۲) اس گروہ کی دوسری دلیل یہ ہے کہ قرآنِ کریم نے اکل بالباطل سے منع کیا ہے (یاایّھا الذین آمنوا لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الخ) لہذا تجارت کے جن جن طریقوں میں اکل بالباطل ہے وہ حرام ہیں، اور ظاہر ہے کہ جہاں اکل باطل ہوگا وہاں ایک فریق کی عدمِ رضا ضرور ہوگی۔ اکل باطل میں کھانے والا تو راضی ہوتا ہے لیکن جسے کھایا جاتا ہے وہ کبھی راضی نہیں ہوتا وہ اسے صرف اپنی مجبوری سے برداشت کرتا ہے۔ اس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اگر کوئی ایسی تجارت ہو جس میں دونوں فریقوں کی رضامندی اور خوشدلی ہو تو وہ یقیناً اکل بالباطل نہ ہوگا۔ اب اسی عینک سے کمرشل انٹرسٹ (تجارتی سود) کو دیکھئے کہ اس میں قرض لینے والا مجبور اور مظلوم نہیں ہوتا اور اسی طرح وہ دائن کے نفع سے ناخوش بھی نہیں ہوتا۔ لہذا جو ربوا حرام ہے وہ وہی ہے جس میں ایک فریق کا خود غرضانہ نفع اور دوسرے کا نقصان ہے، کمرشل ٹ پر جو تجارت کی جاتی ہے اس میں دونوں کی باہمی رضامندی اور خوش دلی ہوتی ہے

ہم نے ان حضرات کا یہ استدلال من و عن نقل کر دیا ہے، آپ خود ہی فیصلہ فرمائیے کہ کیا آج تک کسی عقلمند نے فریقین کی رضامندی کو ایک حرام چیز کے حلال ہونے کے لئے سبب قرار دیا ہے؟ کیا فریقین رضامند ہوں تو زنا کو جائز کہا جا سکتا ہے؟ اور دور جانے کی بھی ضرورت نہیں، خود تجارت ہی میں بہت سی انواع آپ کو ایسی ملیں گی جن میں دونوں فریق رضامند اور خوش ہوتے ہیں مگر وہ ناجائز ہیں، کتب حدیث "ابواب البیوع الباطلہ" کھول کر دیکھئے، محاقلہ، تلقی الجلب، بیع کی ان تمام صورتوں میں فریقین کی رضامندی اور خوش دلی ہوتی ہے مگر ہر ایک کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام قرار دیا ہے۔

دراصل اسلام کی حکیمانہ نظر سطحی چیزوں پر نہیں ہوتی وہ عام قوم کی خوشحالی اور اس کا فائدہ چاہتا ہے۔ اسی لئے اس نے فریقین کی رضامندی اور خوش دلی کو جائز یا حرام ہونے کا معیار نہیں ٹھہرایا، اس لئے کہ ان کی رضامندی اپنے حق میں تو مفید ثابت ہو سکتی ہے لیکن بہت ممکن ہے کہ وہ عام قوم کے لئے زہر ہو، مذکورہ بیوع کی بعض صورتوں میں سے کسی کا نقصان نہیں دونوں کا فائدہ ہے اور دونوں رضامند بھی ہیں مگر اس کی وجہ سے پوری قوم افلاس، اقتصادی بدحالی اور اخلاقی بیماریوں کا شکار ہوتی ہے۔ اس لئے اس نے انہیں ممنوع قرار دیا ہے، وہ ہر معاملہ کا اسی وسیع نظر سے تجزیہ کرتا ہے اور جہاں خرابی دیکھتا ہے وہاں بند باندھ دیتا ہے۔

مثال کے طور پر ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:-

لَا یَبِیعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ۔ کوئی شہری کسی دیہاتی کا مال فروخت نہ کرے۔

اس حدیث کے ذریعہ اسلام نے آڑھتی (MIDDLE MAN) کا تمام کاروبار ممنوع قرار دیا ہے، جو لوگ ہر معاملہ کو سطحی انداز میں اور تنگ نظری سے دیکھنے کے عادی ہیں وہ اس حکم کی حکمت سمجھنے سے ضرور محروم رہیں گے، ان کو یہ حکم ظلم نظر آئے گا۔ اس لئے کہ ان کے نزدیک معاملات کے جائز یا ناجائز ہونے کا مدار رضامندی اور خوش دلی پر ہے، وہ سوچیں گے کہ ایک دیہاتی گاؤں سے مال لے کر آتا ہے، اور وہ ایک شہری کو اپنا مال بیچنے کے لئے وکیل بنا دیتا ہے تو اس میں کیا حرج ہے؟ دیہاتی کا بھی فائدہ ہے کہ اسے زیادہ محنت نہیں کرنی پڑیگی، اور اس کا مال بھی اچھے داموں بک جائے گا، اور آڑھتی کا بھی نفع ہے کہ اسے مال بیچنے پر کمیشن ملے گا، ان کا ذہن شخصی مفاد اور خوش دلی کی اس بھول بھلیاں میں الجھ کر رہ جائے گا۔

لیکن جو شخص اسلامی شریعت کے مزاج سے واقف ہے وہ اس حکم کی تہ میں پوری قوم کا اجتماعی مفاد دیکھ کر بے ساختہ پکار اٹھے گا ربنا ما خلقت ھذا باطلاً وہ فوراً سمجھ جائے گا کہ اسلام نے یہ حکم اس لئے دیا ہے کہ اس سے پوری قوم کا فائدہ ہو۔ اگر دیہاتی نے آڑھتی کو اپنا وکیل بنایا تو وہ مال کو بازار کا رنگ دیکھ کر نکالے گا۔ جس وقت نرخ سستے ہوں گے اس وقت مال کو چھپا کر رکھدے گا۔ اور جب بازار میں مال ختم ہو جائے گا اس وقت اسے نکال کر من مانے بھاؤ پر فروخت کرے گا۔ جس سے پوری قوم گرانی کا شکار ہوگی۔ اور وہ ان کا مال سمیٹتا رہے گا، یہاں تک کہ قوم مفلس سے مفلس تر ہوتی چلی جائے گا، اور اس سرمایہ دار کی جیب بھرتی چلی جائے گی، اس کے برعکس اگر دیہاتی خود اپنا مال فروخت کرے گا تو اتنا بیوقوف تو وہ بھی نہیں ہے کہ اپنا نقصان کر کے بیچے، ظاہر ہے کہ نفع ہی سے فروخت کرے گا، لیکن بہر حال آڑھتی کی

بہ نسبت اس کے لگائے ہوئے دام بہت سستے ہوں گے اور وہ روک کر بھی نہیں بیچ سکے گا ، جس کی وجہ سے پورا بازار سستا ہو جائے گا اور عام قوم خوشحالی سے زندگی بسر کرے گی ۔

بہر کیف صرف فریقین کی رضامندی اور خوش دلی معاملہ کی حلت و حرمت پر کوئی اثر مرتب نہیں کرتی اس لئے کہ بعض اوقات دونوں کی رضامندی پوری قوم کی تباہی کا سبب بن جاتی ہے ۔ یہی حال تجارتی سود کا ہے کہ اگرچہ اس میں دونوں فریق راضی اور خوش ہوتے ہیں مگر وہ جائز نہیں ہو سکتا ، اس لئے کہ وہ پوری قوم کو تباہی کی راہ پر لگا دیتا ہے ۔

ہم نے جو بات اوپر کہی ہے وہ خود اس آیت سے ماخوذ ہے جو جعفر شاہ صاحب نے پیش کی ہے ، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا تَاْکُلُوْا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّا اَنْ تَکُوْنَ تِجَارَۃً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْکُمْ ۔	اے ایمان والو ! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طریقے سے نہ کھاؤ ، الّا یہ کہ وہ تجارت ہو اور آپس کی رضامندی سے ہو ۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے معاملہ کے جائز ہونے کے لئے دو شرطیں ذکر فرمائی ہیں ۔ ایک تو یہ کہ وہ معاملہ تجارت ہو ، دوسرے یہ کہ آپس کی رضامندی سے ہو ، نہ صرف آپس کی رضامندی معاملہ کی حلت کے لئے کافی ہے ، اور نہ صرف تجارت ہونا ، دونوں باتیں پائی جائیں گی تو معاملہ جائز ہوگا ورنہ نہیں ۔

تجارتی سود میں فریقین کی رضامندی تو ہے مگر چونکہ وہ اجتماعی طور پر مضر ہے ۔

www.ahnafmedia.com

اس لئے اسلام اسے تجارت نہیں کہتا، ربوا کا نام دیتا ہے۔ لہٰذا وہ جائز نہیں۔

کیا روایات سے اس کی تائید ہوتی ہے؟

تجارتی سود کو جائز کہنے والے حضرات اپنی اس دلیل کی تائید میں کچھ روایات بھی پیش کرتے ہیں جن سے وہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ سود میں اگر خوش دلی ہو، جابرانہ دباؤ نہ ہو تو وہ جائز ہو سکتا ہے، مثلاً احادیث ذیل:۔

(۱) حضرت علیؓ نے اپنا ایک "عصیفر" نامی اونٹ بیس (چھوٹے) اونٹوں کے عوض فروخت کیا ہے اور وہ بھی ادھار (رواہ مالکؒ)

(۲) حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کچھ دراہم قرض لئے پھر ان سے اچھے واپس کئے تو اُن نے لینے سے انکار کیا کہ یہ میرے دیئے ہوئے دراہم سے اچھے ہیں، حضرت ابن عمرؓ نے جواب دیا کہ مجھے معلوم ہے مگر میں خوش دلی سے دے رہا ہوں (رواہ مالک)

(۳) حضورؐ نے حضرت جابرؓ سے قرض لے کر زیادہ واپس کیا۔

(۴) حضور نے فرمایا "خیارکم احاسنکم قضاءً" بہتر طریقے سے قرض ادا کرنے والے تم میں زیادہ بہتر ہیں۔ (ابوداؤد عن ابی ہریرۃ)

لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان روایتوں سے مذکورہ دعوے پر دلیل نہیں لی جا سکتی،

(۱) جہاں تک حضرت علیؓ کے عمل کا تعلق ہے تو اس پر کسی معاملہ کی حلت وحرمت کی بنیاد اس لئے نہیں رکھی جا سکتی کہ اس کے برخلاف ہمارے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ کا واضح فتویٰ موجود ہے:۔

عن سمرة رض ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن بیع الحیوان

حضرت سمرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حیوان کو حیوان کے

www.ahnafmedia.com

بيع الحيوان بالحيوان نسيئة — بدلے ادھار بیچنے سے منع فرمایا۔

(ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی)

یہ ایک صحیح حدیث ہے اور حضرت جابرؓ، ابن عباسؓ، ابن عمرؓ سے بھی اسی مضمون کی احادیث منقول ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فیصلہ بالکل واضح اور صاف ہے، اسے چھوڑ کر حضرت علی رضؓ کے ایک عملی واقعہ کو جس کا پورا پس منظر بھی معلوم نہیں، فتویٰ کی اساس بنالینا اصول حدیث وفقہ کے خلاف ہے۔ اس کے علاوہ اگر اس عمل صحابی کو حدیث مرفوع کی برابر بھی مان لیا جائے تو جب حلت اور حرمت میں تعارض ہو تو متفق اصول ہے کہ اسی حدیث کو ترجیح دی جاتی ہے جو حرام قرار دے رہی ہو۔

(۲) رہا حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا عمل تو اس سے کسی درجہ میں بھی یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ انہوں نے خوش دلی کی وجہ سے سود کو جائز قرار دیا ہے، وہاں تو معاملہ یہ تھا کہ انہوں نے جو دراہم قرض لئے تھے وہ کیفیت کے اعتبار سے ویسے نہ تھے جیسے واپس کئے گویا زیادتی محض کیفیت میں تھی، ایسا نہ تھا کہ دس لئے ہوں اور گیارہ واپس کئے ہوں "خیو" کا لفظ اس بات پر شاہد ہے، اس کے علاوہ چونکہ قرض لیتے وقت دونوں کے درمیان زیادتی کا کوئی معاہدہ نہیں تھا اور اس وقت دونوں کے حاشیۂ خیال میں بھی یہ بات نہ تھی اس لئے بعد میں زیادہ ادا کرنے کی حیثیت ایسی ہوگئی جیسے کوئی کسی کے احسان کا بدلہ کرنے کے لئے اسے کچھ تحفہ دیدے۔

(۳) اور یہی صورت حضرت جابرؓ کے واقعہ میں ہے کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرض دیتے وقت کوئی زیادتی کا معاہدہ نہیں کیا تھا۔ حدیث کے الفاظ نے

یہ بتلایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اخلاقِ کریمانہ کی بنار پر ادائیگی کے وقت ان کے حق سے کچھ زیادہ دے دیا، زیادتی کیسی اور کتنی تھی؟ حدیث اس سے بیان سے خاموش ہے، ہوسکتا ہے کہ یہ زیادتی بھی صرف کیفیت کی زیادتی ہو، اور اگر تعداد کی زیادتی بھی تسلیم کی جائے تو چونکہ وہ کسی شرط اور معاہدہ کے ماتحت نہ تھی۔ اس لئے وہ بھی "حُسنِ قضا" اور احسان کی مکافات ہی کے درجے میں ہوسکتی ہے جس کی طرف خود احادیث میں ترغیب دی گئی ہے، چنانچہ شیخ الاسلام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے ابورافع رض کی حدیث کے ماتحت یہی لکھا کہ:۔

لیس ھوا من قرض جرّ منفعۃ	یہ صورت اس قرض میں داخل
فانہ منھی عنہ لان المنھی عنہ،	نہیں جس کے ذریعہ کچھ نفع حاصل کیا گیا
ما کان مشروطا فی العقد۔	ہو کیونکہ وہ ناجائز ہے اور ناجائز صورت
(نووی شرح مسلم ص ۳۰ ج ۲)	وہی ہے کہ زیادتی کا عقد کرتے وقت معاہدہ کیا گیا ہو

اس لئے اگر کسی شخص نے کسی پر احسان کیا کہ وقت پر قرض دے دیا اور اس نے قرض ادا کرنے کے وقت اس کے احسان کا بدلہ دینے کے لئے کوئی رقم یا چیز اپنی خوشی سے بغیر کسی سابق معاہدہ کے دیدی، تو یہ آج بھی جائز ہے "سودِ حرام" سے اس کا کوئی واسطہ نہیں، اگرچہ حضرت امام مالکؒ اس وقت بھی عددی زیادتی کو ناجائز قرار دیتے ہیں اور حضرت جابرؓ کے واقعہ کو کیفیت کی زیادتی پر محمول فرماتے ہیں۔

اس کے علاوہ اس معاملہ کی حقیقت پر غور کیا جائے تو اس میں ربوا کا کوئی تصور

ہی نہیں ہو سکتا۔ واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المال شرعی سے ان کا قرض دیا اور قرض سے زیادہ بھی کچھ عطا فرمایا۔ یہ ظاہر ہے کہ بیت المال میں سب مسلمانوں کا حق ہے خصوصاً علماء امت جو دین کی خدمت میں مشغول ہوں، تو حضرت جابرؓ کا بیت المال میں حق پہلے سے متعین اور معلوم تھا جس میں امام و امیر کو اختیار ہوتا ہے وہ زیادتی اس حق میں سے دی گئی نہ کہ قرض کے معاوضہ میں

(۴) اور چوتھی روایت کا مسئلہ سے کوئی تعلق ہی نہیں، اس لئے کہ اس میں "حسن ادا" کی ترغیب ہے جس کا مطلب یہ نہیں کہ زیادہ ادا کرو بلکہ مطلب یہ ہے "اچھی طرح ادا کرو، ٹال مٹول نہ کرو، قرض خواہ کو بار بار آنے جانے کی تکلیف مت دو اور چیز بھی اچھی دو، ایسا نہ ہو کہ اچھی چیز لو اور خراب واپس کرو،

تجارتی سود اور اجارہ

تجارتی سود کے وکلاء تیسری دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ کمرشیل انٹرسٹ کی حیثیت ایسی ہی ہے جیسے ایک شخص اپنا رکشہ، تانگہ یا ٹیکسی لوگوں کو اس شرط پر دیتا ہے کہ تم مجھے اتنی رقم روزانہ دیدیا کرو۔ یہ معاملہ باتفاق جائز ہے اور یہی تجارتی سود کی صورت ہے کہ اس میں سرمایہ دار اسی شرط پر اپنا سرمایہ دیتا ہے کہ مجھے ایک متعینہ رقم سال بہ سال ملتی رہے۔

لیکن آپ خود ہی ذرا غور سے دیکھئے کہ دونوں میں کتنا فرق ہے؟ رکشہ، تانگہ اور ٹیکسی کو کرایہ پر دیا جا سکتا ہے مگر نقد کو کرایہ پر نہیں دیا جا سکتا۔ اس لئے کہ کرایہ اور اجارہ کا مفہوم ہی یہ ہوتا ہے کہ اصل چیز کو باقی رکھتے ہوئے اس کے منافع حاصل کئے جائیں آپ کسی سے ٹیکسی کرایہ پر لیتے ہیں تو ٹیکسی جوں کی توں باقی رہتی ہے

www.ahnafmedia.com

صرف اس کے منافع آپ حاصل کر لیتے ہیں اور نقد میں یہ بات نہیں، کیونکہ اس کو باقی رکھ کر، اس سے فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا۔ اس سے فائدہ حاصل کرنے کے لئے اسے خرچ کرنا پڑتا ہے، اس لئے یہیں اجارہ کی کوئی شکل نہیں بنتی۔

اور اس سے بھی تھوڑی دیر کے لئے قطع نظر کر لیجئے اور غور کیجئے کہ اگر اجارہ پر تجارتی سود کو قیاس کرنا صحیح ہے تو اس معاملہ میں مہاجنی اور تجارتی دونوں سُود برابر ہیں، جس طرح تجارتی سود اجارہ کے مشابہ ہے اسی طرح مہاجنی سود بھی ہے، ظاہر ہے کہ کرایہ پر لینے والا ہمیشہ نفع آور کام میں لگانے کے لئے کوئی چیز کرایہ پر نہیں لیتا، بسا اوقات اپنی وقتی ضرورت کے لئے لیتا ہے آپ روزانہ ٹیکسی کرائے پر لیتے ہیں تو وہ وقتی ضرورت ہی کے لئے ہوتی ہے اس لئے اگر اجارہ پر سود کو قیاس کرنا صحیح ہے تو مہاجنی سود کو بھی جائز کہنا پڑے گا۔ حالانکہ اس سود کو وہ لوگ بھی جائز نہیں کہتے جو تجارتی سود کے جواز کے قائل ہیں، بلکہ قرآنِ کریم میں اس کی حرمت کی تصریح موجود ہے اس سے خود اندازہ کر لیجئے کہ یہ قیاس صحیح نہیں ہے، اگر صحیح ہوتا تو قرآن اسے ناجائز قرار نہ دیتا۔

بیعِ سلم اور تجارتی سُود

تجارتی سود کو جائز بتلانے والے حضرات اسے بیعِ سلم پر بھی قیاس کرتے ہیں، پہلے بیعِ سلم کا مطلب سمجھ لیجئے

سلم کی صورت یہ ہوتی ہے کہ مثلاً ایک کاشتکار ایک شخص کے پاس آکر یہ کہتا ہے کہ میں اس وقت گندم کی فصل بو رہا ہوں، تھوڑے دنوں میں وہ پک جائے گی مگر میرے پاس اس وقت پیسے نہیں ہیں، تم مجھے پیسے اب دیدو اور جب فصل تیار ہو جائے گی تو میں تمہیں اتنا گندم دے دوں گا۔

لیکن ذرا سوچئے کہ بیع سلم ایک قسم کی بیع ہے جسے شرائط کے ساتھ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحۃً جائز رکھا اور اسے بیع کے اندر داخل قرار دیا، جسے اللہ تعالیٰ نے اَحَلَّ اللہُ البیع فرماکر حلال کیا ہے اور اس کے بالمقابل ربوا کو حرام فرمایا ہے، جو حضرات ربوا کو بھی نصِ قرآن وحدیث کے خلاف بیع ہی میں داخل کہتے ہیں، کیا وہ اپنے آپ کو مخالفین قرآن واسلام کی اس صف میں کھڑا نہیں کر رہے جنھوں نے اِنَّمَا البَیعُ مِثلُ الرِّبٰوا کہا تھا اور قرآن نے ان کی تردید ووعید سنائی۔

پھر عقدِ سلم اور ربوا میں اس حیثیت سے زمین آسمان کا تفاوت ہے کہ سلم میں میں پہلے پیسے دینے کی بنا پر سامان زیادہ حاصل کرنے کی شرط نہیں لگائی جاتی، چنانچہ فقہ کی ساری معتبر کتابوں میں سلم کی تعریف "بیع الآجل بالعاجل" (یعنی ایک دیر میں ملنے والے چیز کی بیع فوری قیمت کے معاوضہ میں) بغیر کسی شرط وتفصیل کے لکھی گئی ہے۔ عرفی مفہوم بھی غیر مشروط بیع کا ہے اور کسی معتبر عالم یا فقیہ نے کہیں یہ شرط نہیں لگائی کہ اس عقد میں مال چونکہ دیر میں ملتا ہے اس لئے زیادہ ملنا چاہیئے، اس کے برخلاف تجارتی سود کی بنیاد ہی اس شرط پر قائم ہے۔

مدت کی قیمت

ان کا ایک استدلال یہ بھی ہے کہ بعض فقہاء کرامؒ نے اس صورت کو جائز قرار دیا ہے کہ ایک تاجر اپنا مال قیمت کے نقد ہونے کی صورت میں مثلاً دس روپے میں دیتا ہے اور ادھار کی صورت میں پندرہ روپیہ میں، اس صورت میں تاجر نے محض مدت کی زیادتی کی وجہ سے پانچ روپے زیادہ کئے ہیں، چنانچہ ہدایہ باب المرابحہ میں ہے:-

الایریٰ انہ یزاد فی الثمن لاجل الاجل	کیا یہ مشاہدہ نہیں ہے کہ مدت کی وجہ سے قیمت میں زیادتی کیجاتی ہے؟

ہدایہ کی اس عبارت پر یہ تعمیر کھڑی کی گئی ہے کہ جب مدت کے معاوضہ میں زیادتی لینا جائز ہوا تو تجارتی سود میں بھی یہی شکل ہے کہ مدت کے عوض پیسے زیادہ لئے جاتے ہیں۔

لیکن انہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ جس ہدایہ میں مذکور الصدر جملہ لکھا ہے اسی کی کتاب الصلح میں نہایت واضح الفاظ میں یہ بھی لکھا ہوا ہے۔

وذالک اعتیاض عن الاجل وھو حرام۔

یہ مدت کی قیمت لینا ہے، اور وہ حرام ہے (باب الصلح فی الدین)

اور اس کے تحت علامہ اکمل الدین بابرتی رح نے ہدایہ کی شرح عنایہ میں لکھا ہے کہ

روی ان رجلا سأل ابن عمرؓ فنھاہ عن ذالک ثم سألہ فقال ان ھذا یرید ان اطعمہ الربوا (عنایہ علی ھامش نتائج الافکار ص ۲۲ ج ۷)

روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے کسی نے (مدت پر قیمت لینے کے سلسلے میں) سوال کیا تو آپ نے اسے منع فرمایا، اس نے پھر پوچھا تو آپؓ نے یہ فرمایا کہ یہ چاہتا ہے کہ میں اسے سود کھانے کی اجازت دے دوں۔

یہ نقل کرنے کے بعد صاحب عنایہ نے لکھا ہے "حضرت عمرؓ نے یہ اس لئے فرمایا کہ سود کی حرمت صرف اس وجہ سے ہے کہ اس میں صرف مدت سے مال کے تبادلے کا شبہ ہے تو جہاں یہ بات شبہ کی حدود سے آگے بڑھ کر حقیقت بن گئی ہو وہاں تو حرمت میں کیا شبہ ہو سکتا ہے؟"

اس کے علاوہ فقہ حنفی کے ایک بلند پایہ عالم قاضیخانؒ جو صاحب ہدایہ ہی کے ہم رتبہ ہیں انہوں نے اس کی تصریح فرمائی ہے کہ ادھار کی وجہ سے قیمت میں زیادتی کرنا

www.ahnafmedia.com

بھی جائز نہیں،

لایجوز بیع الحنطۃ بثمن النسیئۃ اُقل من سعر البلد فانہٗ فاسد واخذ ثمنہٖ حرام۔	گندم کی بیع اگر ادھار ہونے کی بنا ر پر شہر کے عام نرخ سے کم قیمت پر کی جاتی ہے تو وہ فاسد ہے اور اس کی قیمت لینا حرام ہے۔

عالمگیریہ وغیرہ میں بھی اس قسم کی تصریحات ملتی ہیں۔

البتہ اہل علم کے لئے یہ بات قابل غور رہ جاتی ہے کہ ہدایہ کی دو عبارتیں متضاد کیوں ہیں؟ پہلی عبارت سے مدت کے معاوضہ میں زیادتی لینے کا جواز معلوم ہوتا ہے اور دوسری عبارت سے اس کا حرام ہونا واضح ہے۔

اس کا جواب اہل علم کے لئے سمجھنا مشکل نہیں، اس سامان کے سودے میں ادھار کا خیال کر کے کچھ قیمت میں اضافہ کیا جائے تو وہ براہِ راست مدت کا معاوضہ نہیں بلکہ اس سامان ہی کی قیمت ہے، بخلاف اس کے براہِ راست مدت ہی کا معاوضہ سالانہ یا ماہوار طے کیا جائے، یہ وہی ہے جسے ہدایہ کی کتاب الصلح والی عبارت میں حرام کہا گیا ہے۔

جن حضرات کو فقہ سے کچھ بھی مناسبت ہوگی ان کو اس فرق کے سمجھنے میں کوئی اشکال نہیں رہ سکتا، کیونکہ اس کی نظیریں بے شمار ہیں کہ بعض اوقات بعض چیزوں کا معاوضہ لینا براہ راست جائز نہیں ہوتا اور کسی دوسرے سامان کے ضمن میں جائز ہو جاتا ہے، اس کی ایک نظیر یہ ہے کہ ہر مکان دوکان اور زمین کی قیمت پر اس کے محل وقوع اور پڑوس کا بڑا اثر ہوتا ہے جس کی وجہ سے اس کی قیمت میں نمایاں امتیاز ہوتا ہے۔ ایک محلہ میں ایک مکان دس ہزار روپے کا ہے تو وسط شہر میں بالکل اسی طرح

کا اور اتنے ہی رقبہ کا مکان ایک لاکھ میں بھی سستا سمجھا جاتا ہے۔ یہ قیمت کی زیادتی ظاہر ہے کہ مکان کی ذات کے اعتبار سے نہیں بلکہ اس کی خاص کیفیت اور محلِ وقوع کے اعتبار سے ہے اور جب کوئی آدمی یہ مکان بیچتا یا خریدتا ہے تو اس کی یہ کیفیت بھی فروخت ہو جاتی ہے، اور قیمت کی جتنی زیادتی ہے وہ اسی کیفیت کے مقابلہ میں ہے حالانکہ یہ کیفیت اور صفت کوئی مال نہیں جس کا معاوضہ لیا جائے۔ مگر مکان یا زمین کی بیع کے ضمن میں اس کیفیت وصفت کا معاوضہ بھی شامل ہو کر جائز ہو جاتا ہے، اسی طرح ہر مکان کے لئے ایک گذرگاہ اور راستہ کا حق ہوتا ہے، ہر زرعی زمین کے لئے آبیاری کا حق ہوتا ہے اگر کوئی شخص ان حقوق کو تنہا بغیر مکان یا زمین کے فروخت کرنے لگے تو بیع ناجائز ہے کیونکہ حقوق خود تو کوئی مال نہیں، مگر مکان یا زمین فروخت کرے گا تو یہ حقوق ضمنی طور پر خود بخود فروخت ہو جائیں گے اور مکان زمین کی قیمت میں ان کا معاوضہ بھی شامل ہو جائے گا۔

ہمارے زیرِ بحث مسئلہ میں غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ اگر ادھار کی وجہ سے سامان کی قیمت میں زیادتی کو جائز تسلیم کیا جائے تو اس کی نوعیت وہی ہے کہ ضمنی طور پر مدت کی رعایت سے سامان کی قیمت بڑھ گئی اور براہ راست صرف مدت کا معاوضہ لیا جائے تو وہ ربوا میں داخل ہو کر ناجائز ہو گا۔ چنانچہ جہاں صاحب ہدایہ نے مدت کی وجہ سے قیمت میں زیادتی کو جائز کہا ہے وہاں پہلی صورت مراد ہے اور انہوں نے مذکورہ صورت کو اس لئے جائز قرار دیا ہے کہ وہاں مدت پر جو قیمت لی جارہی ہے وہ اصلاً اور براہ راست نہیں بلکہ ضمناً ہے (اگرچہ قاضی خانؒ وغیرہ نے اسے بھی ناجائز کہا ہے)، اور جہاں پر صاحب ہدایہ نے مدت کے مقابلے میں عوض لینے کو حرام کہا

ہے وہاں ان کا مطلب یہ ہے کہ براہ راست مدت کی قیمت نہیں لی جاسکتی۔

تجارتی سود میں چونکہ مدت کی قیمت ضمنی طور سے نہیں براہ راست لی جاتی ہے، اس لئے یہ صورت بالاتفاق فقہا حرام ہے۔

چند ضمنی دلائل

یہ دلیلیں تو بڑی اور اہم تھیں، اب آپ اُن حضرات کے اُن ضمنی دلائل پر بھی ایک نظر ڈالتے چلئے جو بذات خود تو کسی نظریے کی بنیاد نہیں بن سکتے لیکن بڑی دلیلوں کو تقویت پہنچاتے ہیں۔ اگرچہ یہ تمام دلائل گذشتہ اہم دلائل کے ختم ہو جانے کے بعد خود بخود بے معنی ہو جاتے ہیں، ہم پورے اطمینان کے لئے ہم ان پر بھی کچھ کہنا چاہتے ہیں۔

(۱) پہلی چیز جناب یعقوب شاہ صاحب نے پیش کی ہے کہ حدیثوں کی تدوین کے متعلق محدثین حضرات نے درایت کے اصول منضبط کئے ہیں۔ ابن جوزیؒ نے لکھا ہے کہ وہ حدیث جس میں ذرا سی بات پر سخت عذاب کی دھمکی ہو یا معمولی کام پر بہت بڑے ثواب کا وعدہ ہو، مخدوش ہے، قرآن کریم نے جس قدر سزا سود خور کے لئے رکھی ہے وہ شاید کسی اور مجرم کے لئے تجویز نہیں فرمائی یہ عظیم سزا حاجتمندانہ اور صرفی (USERY) قرضوں پر لئے جانے والے گھناؤنے سود پر تو بالکل ٹھیک اترتی ہے۔ لیکن تجارتی سود اتنا زیادہ نقصان دہ فعل نہیں ہے جس پر خدا اور رسولؐ کی طرف سے اعلان جنگ کر دیا جائے۔ ایک حاجتمند سے سود لینا سنگدلی ہے اور اس کی ممانعت سختی سے ہونی چاہئیے لیکن تجارتی سود پر یہ الزام عائد نہیں کیا جا سکتا، اس کے لینے والے مفلس نہیں ہوتے وہ قرض نفع کمانے کی غرض سے لیتے ہیں اور عام طور پر نفع شرح سود سے کئی گنا زیادہ ہوتا ہے۔

اس دلیل کی بنیاد اس مفروضے پر ہے کہ تجارتی سود کوئی نقصان دہ چیز نہیں ہے حامیانِ تجارتی سود کی اکثر دلیلوں میں دراصل یہی ذہنیت کارفرما نظر آتی ہے۔
اس لئے ہم یہاں قدرے تفصیل کے ساتھ تجارتی سود کے انفرادی، اجتماعی معاشی اور سیاسی نقصانات پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔ وَمَا تَوفِیقِی اِلّا بِاللہِ!

نقصانات!

اخلاقی نقصانات سود کے حرام ہونے کی ایک حکمت تو یہ ہے کہ وہ تمام اخلاقی قدروں کو پامال کر کے خودغرضی، بے رحمی، سنگدلی، زر پرستی اور کنجوسی کی صفات پیدا کرتا ہے، اس کے برعکس اسلام ایک ایسے صحت مند معاشرے کی تعمیر کرنا چاہتا ہے جو رحم و کرم، محبت و مودت، ایثار، تعاون اور بھائی چارے کی بنیاد پر قائم ہو، اس میں تمام انسان مل جل کر زندگی گذاریں، ایک دوسرے کی مصیبت میں کام آئیں، غریبوں اور ناداروں کی امداد کریں، دوسرے کے نفع کو اپنا نفع اور دوسرے کے نقصان کو اپنا نقصان سمجھیں۔ رحمدلی اور سخاوت کو اپنا شعار بنائیں اور اجتماعی مفاد کے آگے کچھ نہ سمجھیں، انسانوں میں یہ تمام صفات پیدا کر کے اسلام انہیں انسانیت اور شرافت کے اس اوجِ کمال تک پہنچانا چاہتا ہے جہاں سے انہیں "اشرف المخلوقات" کا خطاب عطا ہوتا ہے۔

اس کے برخلاف سود (خواہ وہ تجارتی ہو یا مہاجنی) جس ذہنیت کو جنم دیتا ہے اس میں ان اخلاقی اوصاف کی کوئی جگہ نہیں قرض دینے والے ساہوکار کو بس اپنے سود کی تو پرواہوتی ہے، آگے اسے اس سے کچھ سروکار نہیں کہ مقروض کو نفع ہوا

یا نقصان؟ نفع ہوا تو کتنا؟ کتنی مدت میں؟ اور کتنے پاپڑ بیلنے کے بعد؟ وہ مسلسل اپنے دیئے ہوئے مال پر منافع وصول کرتا رہتا ہے، اس کی دلی خواہش ہوتی ہے کہ مقروض کو جتنا ہو سکے دیر میں نفع ہو تاکہ وقت کی رفتار کے ساتھ ساتھ اس کا سود بڑھتا اور چڑھتا رہے اسے مدیون کے نقصان کا بھی کوئی غم نہیں ہوتا کیونکہ نفع نقصان کی ہر شکل میں اس کا نفع کھرا رہتا ہے۔ یہ چیز خود غرضی کو اس قدر بڑھا دیتی ہے کہ ایک سرمایہ دار کسی حاجت مندانہ قرضہ میں بھی اپنی رقم کو بلا سود لگانے پر راضی نہیں ہوتا۔ وہ یہ سوچتا ہے کہ میں یہ فاضل رقم کسی تاجر کو کیوں نہ دوں تاکہ گھر بیٹھے ایک معین نفع مجھے حاصل ہوتا رہے، اس خیال کے پیش نظر اگر ایک شخص کے گھر میں بے گور و کفن لاش پڑی ہے یا اس کا کوئی عزیز دم توڑ رہا ہے وہ بھی اس کے پاس آکر اس سے قرض مانگے گا تو وہ یا تو انکار کر دے گا یا تمام اخلاقی قدروں کو بالائے طاق رکھ کر اس سے بھی سود کا مطالبہ کرے گا۔ ایسے مواقع پر بالعموم حرام کھاتے کھاتے قساوتِ قلب کی یہ صفت اس درجہ رنگ جما لیتی ہے کہ اس وقت آپ کے مدلل لکچر اور پُر اثر مواعظ کچھ کام نہیں آتے۔ سود خوار دولت مند کو اپنے چاروں طرف پیسہ ہی ناچتا نظر آتا ہے اس لیے اس وقت آپ کو اس سے یہ شکایت ہونی بھی نہ چاہیے کہ وہ ہماری بات کیوں نہیں سنتا؟ اور ہمارے مواعظ کا کیوں اثر نہیں لیتا؟ اس کے پاس بزبانِ حال یہ جواب ہے کہ ؎

اندرون قعرِ دریا تختہ بندم کردہٗ
بازمی گوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

پھر جب لوگ دیکھتے ہیں کہ فاضل سرمایہ اس قدر نفع بخش ہے کہ اس سے ہاتھ پاؤں

ہلائے بغیر بھی ایک یقینی نفع حاصل ہو سکتا ہے تو ان میں زر اندوزی کا جذبہ جنگل کی آگ کی طرح پھیلتا ہے، اور وہ پیسہ بچانے کے لئے ہر ممکن کوشش کرتے ہیں اور بسا اوقات وہ اسی حرص کے نشے میں ناجائز ذرائع سے روپیہ کمانے کی فکر کرتے ہیں اور کچھ نہیں تو یہ چیز ان میں کنجوسی تو ضرور ہی پیدا کر دیتی ہے، اور اس مرحلہ پر زر اندوزی کے میدان میں ریس شروع ہوتی ہے، ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ میں دوسرے سے زیادہ روپیہ جمع کر لوں اور پھر یہ ریس حسد، بغض اور عداوت کو جنم دیتی ہے، بھائی سے بھائی کی لڑائی ہوتی ہے، دوست سے دوست جلنے لگتا ہے، باپ کو بیٹے کے اور بیٹے کو باپ کے نقصان کی کوئی پروا نہیں رہتی یہاں تک کہ نفسی نفسی کے اس محشر میں انسانیت سسک سسک کر دم توڑ دیتی ہے۔

یہ محض خیالی باتیں نہیں ہیں، آپ اپنے گرد و پیش پر نظر ڈال کر دیکھئے کہ کیا آج یہ سب کچھ نہیں ہو رہا ہے؟ آپ کو جواب اثبات میں ملے گا اور اگر آپ نے انصاف سے کام لیا تو آپ پر یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ یہ سب کچھ "سود" ہی کے شجرۂ خبیثہ کے پھل پھول ہیں اور اگر ہمیں ان تمام ناہمواریوں کو دور کرنا ہے تو ہمیں ہمت کر کے اسی شجرۂ خبیثہ پر کلہاڑا چلانا پڑے گا۔ اور اگر ہم اصلاح و تبلیغ کے صرف لفظی طریقے اختیار کرتے رہے تو ہماری مثال اس احمق سے مختلف نہ ہوگی جو بدن پر جا بجا نکلی ہوئی پھنسیوں کا علاج صرف پاؤڈر چھڑک کر کرنا چاہتا ہے۔ جس طرح اس شخص کو کبھی شفا حاصل نہیں ہو سکتی تاوقتیکہ وہ بیماری کی اصل جڑ کو پکڑ کر اسے ختم نہ کر ڈالے اسی طرح ہم بھی اپنے معاشرے کو اس وقت تک صحت مند نہیں بنا سکتے جب تک کہ سود کی لعنت سے چھٹکارا نہ پالیں

معاشی اور اقتصادی نقصانات

اس کے بعد معاشی نقصانات پر بھی ایک نظر ڈال لیجئے، معاشیات میں بصیرت رکھنے والوں سے پوشیدہ نہیں کہ تجارت، صنعت، زراعت اور تمام نفع آور (PRODUCTIVE) کاموں کی معاشی بہتری یہ چاہتی ہے کہ جتنے لوگ کسی کاروبار میں کسی بھی نوعیت سے شریک ہوں وہ سب کے سب اپنے مشترکہ کاروبار کے فروغ سے پوری پوری دل چسپی رکھتے ہوں، ان کی دلی خواہش یہ ہو کہ ہمارا کاروبار بڑھتا اور چڑھتا رہے، کاروبار کے نقصان کو وہ اپنا ہی نقصان تصور کریں تاکہ ہر خطرے کے موقع پر اس کے دفعیہ کے لئے اجتماعی کوشش کریں اور کاروبار کے فائدہ کو وہ اپنا فائدہ خیال کریں تاکہ اُسے پروان چڑھانے میں ان کی پوری پوری طاقت صرف ہو۔

اس نقطۂ نظر سے عام معاشی مفاد کا تقاضا یہ ہے کہ جو لوگ کاروبار میں صرف سرمایہ ہی کی حیثیت سے شریک ہوں وہ بھی کاروبار کے نفع ونقصان سے پوری پوری دلچسپی رکھیں۔ لیکن سودی کاروبار میں ان مفید جذبات کی کوئی رعایت نہیں بلکہ بعض اوقات معاملہ اس کے بالکل برخلاف رہ جاتا ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے بھی عرض کرچکے ہیں سودخوار سرمایہ دار کو صرف اپنے نفع سے سروکار ہوتا ہے، آگے اُسے اس کی کوئی پروا نہیں کہ کاروبار ترقی پر ہے یا تنزل پر؟ اس میں نفع ہو رہا ہے یا نقصان؟ وہ مسلسل اپنے دیئے ہوئے روپے پر منافع وصول کرتا رہتا ہے اور بسا اوقات اس کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ کاروبار کو جتنا ہوسکے دیر میں نفع ہو تاکہ وقت کی رفتار کے ساتھ ساتھ اس کا اپنا نفع بڑھتا رہے۔ اسی بناء پر اگر کاروبار کو

www.ahnafmedia.com

نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو تاجر اپنی پوری محنت اور کوشش اس کے دفعیہ پر صرف کرے گا لیکن سرمایہ دار اس وقت تک ٹس سے مس نہ ہو گا جب تک کہ کاروبار کے بالکل ہی دیوالیہ ہو جانے کا اندیشہ نہ ہو ۔ اس غلط طریق کار نے سرمایہ اور محنت کے درمیان ہمدردانہ رفاقت کی بجائے ایک سو فیصد خود غرضی کا تعلق قائم کر دیا ہے، جس کے نتیجہ میں بے شمار نقصانات جنم لیتے ہیں، ان میں سے چند نمایاں ترین یہ ہیں :-

(۱) سرمایہ کا ایک بڑا حصہ محض اس وجہ سے کام میں نہیں لگتا کہ اس کا مالک شرح سود کے بڑھنے کا انتظار کرتا ہے باوجودیکہ اس کے بہت سے مصارف موجود ہوتے ہیں اور بیشمار آدمی کسی کاروبار کی تلاش میں سرگرداں ہوتے ہیں ، اس کی وجہ سے ملکی تجارت وصنعت کو بھی بڑا نقصان پہنچتا ہے اور عام قوم کی معاشی حالت بھی گر جاتی ہے۔

(۲) چونکہ ساہو کار کو زیادہ شرح سود کا لالچ ہوتا ہے اس لئے وہ اپنے سرمایہ کو کاروبار کی واقعی ضرورت اور طبعی مانگ کے اعتبار سے نہیں لگاتا بلکہ وہ محض اپنی اغراض کو سامنے رکھ کر سرمایہ کو روکنے یا لگانے کا فیصلہ کرتا ہے ، اس صورت میں اگر سرمایہ دار کے سامنے دو صورتیں ہوں کہ یا تو وہ اپنا سرمایہ کسی فلم کمپنی میں لگائے یا بے خانماں لوگوں کے لئے مکانات بنوا کر انہیں کرایہ پر دے ، اور اسے فلم کمپنی کی صورت میں زیادہ نفع کی امید ہو تو وہ یقیناً فلم کمپنی میں سرمایہ لگا دے گا ۔ بے خانماں افراد کی اسے کوئی پروا نہ ہو گی ، ظاہر ہے کہ یہ ذہنیت عام ملکی مفاد کے لئے کس قدر خطرناک ہے؟

اس پر جناب یعقوب شاہ صاحب اعتراض کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس نقصان کی وجہ سود نہیں، انفرادی ملکیت ہے ، جب تک سرمایہ افرادی ملکیت ہے۔

www.ahnafmedia.com

اس وقت تک سرمایہ دار طبقہ اس کے بہاؤ کو اپنے مفاد کے لحاظ سے روکتا اور کھولتا رہے گا۔ (ماہنامہ " ثقافت "، دسمبر ۱۹۶۱ء

ہمیں جناب یعقوب شاہ صاحب سے یہ عجیب سی بات سُن کر بڑی حیرت ہوتی ہے، جب وہ یہ فرماتے ہیں کہ اس خرابی کی وجہ انفرادی ملکیت ہے تو ایک بڑی اہم قید کو نظر انداز کر جاتے ہیں، صرف " انفرادی ملکیت " اس کا سبب نہیں ہو بے لگام اور خود غرض انفرادی ملکیت " اس کا سبب ضرور ہے، جو ملکیت کسی قسم کی کوئی قید اور پابندی برداشت نہ کرتی ہو وہی سرمایہ کے بہاؤ کا رُخ ذاتی مفاد کی جانب پھیر دیتی ہے، لیکن ذرا اور آگے بڑھ کر دیکھیے کہ اس " بے لگام اور خود غرض انفرادی ملکیت " کا سبب کیا ہے؟

آپ بنظرِ انصاف غور کریں گے تو صاف پتہ چل جائے گا کہ اس کا سبب ہے سود اور سرمایہ داری نظام! سود کا لالچ ہی انسان میں وہ خود غرضی پیدا کرتا ہے جس کی بنا پر وہ اپنی املاک کو ہر قسم کی پابندی سے آزاد کر دیتا ہے، اور ہر وقت ذاتی منافعہ کے تصور میں مگن رہتا ہے، کسی بھلائی اور بہبود کے کام میں پیسہ لگانے کا خیال بھی اُسے نہیں آتا، اب واقعات کی منطقی ترتیب اس طرح ہو گئی کہ:۔

سرمایہ کا ذاتی مفاد کے پابند ہو جانا خود غرض انفرادی
ملکیت سے پیدا ہوتا ہے اور اس قسم کی انفرادی ملکیت کا سبب
سُود اور سرمایہ دارانہ نظام ہے!

نتیجہ کیا نکلا؟ یہی ناکہ اس خرابی کا اصل سبب سود اور سرمایہ داری نظام ہے، اب آپ ہی بتائیے کہ یہ بات کیسی غلط ہو جاتی ہے کہ " ذاتی مفاد پر سرمایہ کا رُکنا اور کھُلنا

سود سے نہیں انفرادی ملکیت سے ہوتا ہے "

اگر واقعی مذکورہ خرابی (یعنی سرمایہ کا ذاتی مفاد کے پابند ہو جانے) کا ازالہ منظور ہے تو اس کے لئے سب سے پہلے سود اور سرمایہ داری نظام پر ہاتھ ڈالنا پڑیگا جب تک یہ نہ ہوگا ملکیت میں وہی خود غرضی اور بے لگامی باقی رہے گی جو مذکورہ خرابی کا اصل سبب ہے۔ اس خرابی کو دور کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ سودی اور سرمایہ دارانہ نظامِ معیشت کو ختم کر کے اسلامی نظامِ معیشت کو بروئے کار لایا جائے، جس میں سود، قمار اور سٹے کی ممانعت، زکوٰۃ، عشر، صدقات خیرات اور میراث کے احکام اس قسم کی خود غرضانہ ذہنیت پیدا ہونے ہی نہیں دیتے، اسلام کی اخلاقی تعلیمات کو عام کیا جائے اور لوگوں کے دلوں میں خدا کا خوف پیدا کیا جائے جو انہیں باہمی تعاون اور اجتماعی بہبود کے کاموں میں سرگرم بنائے،

سود اور سرمایہ داری نظام ـــــ جو خود غرض انفرادی ملکیت کے سرچشمے ہیں، ان کی حمایت کرتے ہوئے صرف یہ کہہ کر فارغ ہو جانا کہ " ان خرابیوں کا اصل سبب انفرادی ملکیت ہے " اس مسئلے کا حل کیسے بن سکتا ہے؟

(۳) سود خوار دولت مند چونکہ سیدھے سادے طریقے پر کاروباری آدمی سے شرکت کا معاملہ طے نہیں کرتا کہ اس کے نفع و نقصان میں برابر کا شریک ہو، اس لئے وہ یہ اندازہ لگاتا ہے کہ اس کاروبار میں تاجر کو کتنا نفع ہوگا؟ اسی نسبت سے وہ اپنی شرح سود متعین کرتا ہے اور عام طور سے وہ اس کے منافعہ کا اندازہ لگانے میں مبالغہ آمیزی سے کام لیتا ہے۔

دوسری طرف قرض لینے والا اپنے نفع و نقصان دونوں پہلوؤں کو پیش

نظر رکھ کر بات کرتا ہے، چنانچہ جب کاروباری شخص کو نفع کی امید ہوتی ہے وہ سرمایہ دار سے قرض لینے آتا ہے سرمایہ دار معاملہ کو بھانپ کر سود کی شرح اس حد تک بڑھاتا چلا جاتا ہے کہ تاجر اس شرح پر قرض لینا اپنے لئے بالکل بیکار سمجھتا ہے، دائن اور مدیون کی اس کش مکش سے سرمایہ کا کام میں لگنا بند ہو جاتا ہے اور وہ بیکار پڑا رہ جاتا ہے، پھر جب کساد بازاری اپنی آخری حدود تک پہنچ جاتی ہے اور سرمایہ دار کو خود اپنی ہلاکت نظر آنے لگتی ہے تو وہ شرح سود گھٹا دیتا ہے یہاں تک کاروباری آدمیوں کو اس پر نفع کی امید ہو جاتی ہے، پھر بازار میں سرمایہ آنا شروع ہو جاتا ہے۔ یہی وہ "کاروباری چکر" (TRADE CYCLE) ہے جس سے ساری سرمایہ کار دنیا پریشان ہے، غور کیا جائے تو اس کا سبب ہی تجارتی سود ہے۔

(۴) پھر بعض اوقات بڑی بڑی صنعتی اور تجارتی اسکیموں کے لئے سرمایہ لبطور قرض لیا جاتا ہے اور اس پر بھی ایک خاص شرح کے مطابق سود عائد کیا جاتا ہے۔ اس طرح کے قرض عام طور پر دس بیس یا تیس سال کے لئے حاصل کئے جاتے ہیں اور تمام مدت کے لئے ایک ہی شرح سود مقرر ہوتی ہے اس وقت اس بات کا کوئی لحاظ نہیں رکھا جاتا کہ آئندہ بازار کے نرخ میں کیا اتار چڑھاؤ پیدا ہوگا اور ظاہر ہے کہ جب تک فریقین کے پاس علم غیب نہ ہو اس وقت تک وہ یہ جان بھی نہیں سکتے۔

فرض کیجئے کہ ۱۹۶۲ء میں ایک شخص بیس سال کے لئے سات فیصد شرح سود پر ایک بھاری رقم لبطور قرض لیتا ہے اور اس سے کوئی بڑا کام شروع کرتا ہے، اب وہ مجبور ہے کہ ۱۹۸۲ء تک ہر سال باقاعدگی کے ساتھ اسی طے شدہ شرح کے مطابق سود دیتا رہے لیکن اگر ۱۹۷۲ء تک پہنچتے پہنچتے قیمتیں گر کر موجودہ نرخ سے نصف رہ

جائیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ شخص جب تک موجودہ حالت کی بہ نسبت دو گنا مال نہ بیچے وہ نہ اس رقم کا سود ادا کر سکتا ہے اور نہ قسط، اس کا یہ لازمی نتیجہ ہو گا کہ اس ارزانی کے دور میں یا تو اس قسم کے قرض داروں کے دیوالے نکل جائیں گے یا وہ اس مصیبت سے بچنے کے لئے معاشی نظام کو خراب کرنے والی ناجائز حرکات میں سے کوئی حرکت کریں گے۔

اس معاملہ پر غور کرنے سے ہر انصاف پسند اور معقول آدمی پر یہ واضح ہو جاتا ہے کہ مختلف زمانوں کی گرتی اور چڑھتی قیمتوں کے درمیان ساہوکار کا ایک متعین اور یکساں نفع نہ تو قرین انصاف ہی ہے اور نہ معاشی اصولوں کے لحاظ سے اسے درست کہا جا سکتا ہے آج تک کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی تجارتی کمپنی یہ معاہدہ کرلے کہ وہ آئندہ بیس یا تیس سال تک خریدار کو ایک ہی متعین وقت پر اشیاء فراہم کرتے رہیں گے — جب یہ معاملہ صحیح نہیں تو آخر سود خوار دولت مند میں وہ کیا خصوصیت ہے جس کی بناء پر اس کے نفع پر قیمتوں کے اتار چڑھاؤ کا کوئی اثر نہیں پڑتا؟

جدید بینکنگ

نئی مغربی تہذیب نے یوں تو بہت سی مہلک چیزوں پر چند سطحی فوائد کا ملمع چڑھا کر پیش کیا ہے مگر اس کا یہ کارنامہ سب سے زیادہ "قابل داد" ہے کہ "سود" جیسی گھناؤنی اور قابلِ نفرت چیز کو جدید بینکنگ سسٹم کا دلکش اور نظر فریب لبادہ پہنا کر پیش کیا اور اس طرح پیش کیا کہ اچھے خاصے سمجھدار اور پڑھے لکھے لوگ بھی اس نظام کو نہایت معصوم اور بے ضرر سمجھنے لگے۔

مغربی تہذیب کے اس بدترین مظہر کی خوبیاں لوگوں کے دل و دماغ پر کچھ اس

www.alhamdia.com

طرح چھا چکی ہیں کہ وہ اس کے خلاف کچھ سننے کے لئے تیار نہیں ہوتے اور اس کو بغیر بلکہ نفع بخش جائز بلکہ قطعاً ناگزیر سمجھتے ہیں، حالانکہ اگر تقلید مغرب کی منحوس عینک اتار کر واقعات کا جائزہ لیا جائے تو ایک سلیم الفکر انسان کا ذہن سو فیصد اسی نتیجے پر پہنچے گا کہ عام قوم کے لئے معاشی ناہمواریاں پیدا کرنے میں جس قدر بڑی ذمہ داری بینکنگ کے موجودہ نظام پر ہے اتنی کسی اور چیز پر نہیں، حقیقت یہ ہے کہ قدیم نظام ساہوکاری کے نقصانات پھر اتنے زیادہ نہیں تھے جتنے کہ اس جدید نظام سے پیدا ہوتے ہیں، ہم پہلے مختصراً بینکنگ کا طریق کار ذکر کرتے ہیں تاکہ بات کو سمجھنے اور کسی نتیجہ تک پہنچنے میں کسی قسم کا اشتباہ باقی نہ رہے۔

ہوتا یہ ہے کہ چند سرمایہ دار مل کر ایک ادارہ ساہوکاری قائم کر لیتے ہیں جس کا دوسرا نام بینک ہے، یہ لوگ مشترکہ طور پر ساہوکاری کا کاروبار کرتے ہیں۔

شروع میں کام چلانے کے لئے یہ لوگ کچھ اپنا سرمایہ لگاتے ہیں لیکن بینک کے مجموعی سرمایہ میں اس کا تناسب بہت کم ہوتا ہے بینک کا زیادہ تر سرمایہ وہ رقم ہوتی ہے جو عام لوگ (DEPOSITORS) بینک میں رکھواتے ہیں۔ دراصل بینک کی ترقی کے لئے سب سے اہم یہی سرمایہ ہوتا ہے، جس بینک میں جتنا زیادہ سرمایہ امانت داروں کا ہوتا ہے اتنا ہی وہ طاقت ور سمجھا جاتا ہے، لیکن اگرچہ امانت داروں کا سرمایہ بینک کی اصل روح رواں ہوتی ہے مگر ان لوگوں کو بینک کی پالیسی میں کوئی دخل نہیں ہوتا، روپیہ کو کس طرح استعمال کیا جائے؟ شرح سود کیا مقرر ہو؟ منتظم کسے رکھا جائے؟ ان تمام چیزوں کا تعین صرف سرمایہ داروں کی صوابدید پر ہوتا ہے، امانت داروں کا کام صرف اتنا ہے کہ وہ پیسہ رکھوا کر معمولی شرح سے سود لیتے رہیں اور پھر اگرچہ کہنے کو تو بینک کے بہت سے حصے دار (SHARES) ہوتے ہیں مگر بینک کی پالیسی میں تمام عمل و دخل ان لوگوں

www.ahnafmedia.com

کا ہوتا ہے جن کے حصص (SHARS) زیادہ ہوں ، رہے چھوٹے حصہ دار تو ان کا تعلق بینک سے صرف اس قدر ہوتا ہے کہ جب نفع کی تقسیم کار کا وقت آئے تو ان کا حصہ رسدی پہنچ جائے اور بس۔

اب یہ چند بڑے سرمایہ دار اپنی مرضی کے مطابق بینک کا روپیہ سود پر دیتے ہیں سرمایہ کا ایک حصہ یہ لوگ روزمرہ کی ضروریات کے لئے اپنے پاس رکھتے ہیں ، کچھ صرافہ بازار کو قرض دیا جاتا ہے ، اور کچھ دوسرے قلیل المیعاد قرضوں میں صرف کیا جاتا ہے ، ان قرضوں پر بینک کو ایک سے لے کر تین چار فیصد تک سود مل جاتا ہے۔

پھر ایک بڑا حصہ کاروباری لوگوں ، بڑی بڑی کمپنیوں اور دوسرے اجتماعی اداروں کو دیا جاتا ہے جو بالعموم مجموعی رقم کا ۳۰٪ سے لے کر ۶۰ تک ہوتا ہے بینک کی آمدنی کا سب سے بڑا ذریعہ یہی قرضے ہیں ، ہر بینک کی خواہش اور کوشش یہ ہوتی ہے کہ اس کا زیادہ سے زیادہ سرمایہ ان قرضوں میں لگے اس لئے کہ ان قرضوں پر سب سے زیادہ شرح سے سود ملتا ہے اس طرز پر جو آمدنی بینک کو حاصل ہوتی ہے وہ بینک کے تمام شرکاء کے درمیان اسی انداز سے تقسیم کر دی جاتی ہے جیسے عام تجارتی کمپنیوں کا دستور ہے۔

اس دام ہم رنگ زمین کو پھیلانے میں جس چالاکی اور ہوشیاری سے کام لیا گیا ہے وہ واقعۃً عجیب ہے ، عوام تو سود کے لالچ میں اپنی رقمیں ایک ایک کر کے بینک کی تجوریوں میں بھرتے رہتے ہیں ، اور اس سے پورا نفع چند سرمایہ دار اٹھاتے ہیں ، ظاہر ہے کہ یہ ساہوکار غریب اور کم دولت مند تجار کو تو پیسہ دینے سے رہے ۔ وہ تو ہمیشہ یہ روپیہ ان بڑے بڑے سرمایہ داروں کو دیتے ہیں جو انہیں اچھی شرح سے سود دے سکیں ، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پوری قوم کا سرمایہ چند مٹھی بھر سرمایہ داروں کے پاس جمع ہو جاتا ہے اور یہ دولت کے اس خزانے کے بل

www.ahnafmedia.com

پر پوری قوموں کی قسمت سے کھیلتے ہیں، دنیا کے سیاسی معاملات سے لے کر قوم کے معاشی حالات تک ہر چیز ان کے رحم و کرم پر ہوتی ہے اور یہ پوری دنیا کی سیاسی، معاشی اور تمدنی زندگی پر پوری خود غرضی کے ساتھ حکومت کرتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ جب ایک تاجر صرف دس ہزار کا مالک ہوتے ہوئے دس لاکھ کے سرمایہ سے تجارت کرتا ہے تو اگر اسے نفع پہنچ جائے تو وہ سود کے چند ٹکوں کے سوا پورا اسی کو ملا، اور اگر اسے نقصان ہو تو اس کے صرف دس ہزار ڈوبے، باقی نوے ہزار روپیہ تو پوری قوم کا گیا جس کی تلافی کی کوئی صورت نہیں، پھر اسی پر بس نہیں ان سرمایہ داروں نے یہاں بھی دس ہزار کے نقصان سے بچ نکلنے کی یہ راہ نکال لی ہے کہ اگر یہ خسارہ کسی حادثہ کے سبب ہوتا ہے تو یہ اپنا پورا انشورنس کمپنی سے وصول کر لیتے ہیں جو درحقیقت قوم ہی کا سرمایہ ہوتا ہے گویا ان سرمایہ داروں کے نقصان کی تلافی بھی ان ہی غریبوں پر فرض ہو جاتی ہے جو اپنا پورا روپیہ انشورنس کمپنیوں میں جمع رکھتے ہیں اور نہ ان کا کبھی کوئی جہاز ڈوبتا ہے نہ ان کے کسی تجارتی مرکز کو آگ لگتی ہے اور اگر یہ نقصان بازار نرخ گر جانے سے ہوتا ہے تو سرمایہ دار سٹہ کے ذریعہ اپنا نفع ٹوٹا برابر کر لیتے ہیں۔

اب اس معمولی نفع کا حال بھی سنیئے جو بنک اپنے امانت دار عوام کو ہر سال ایک سو کے عوض ایک سو تین دیتا ہے۔ مگر درحقیقت یہ تین روپیہ بھی مزید کچھ سود لے کر پھر ان ہی سرمایہ داروں کی جیب میں پہنچ جاتے ہیں۔

جو سرمایہ دار بینکوں سے بڑی بڑی رقمیں لے کر تجارت کرتے ہیں وہ اس دولت کی وجہ سے پورے بازار پر قابض ہو جاتے ہیں چنانچہ جب وہ چاہتے ہیں نرخ بڑھا دیتے ہیں۔ جب چاہتے ہیں گھٹا دیتے ہیں، جب اور جہاں جی میں آتا ہے قحط برپا کرا دیتے ہیں۔ اور جہاں چاہتے ہیں اشیاء کی فراوانی ہو جاتی ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جہاں انہیں نفع

میں کچھ کمی ہوتی نظر آئی انہوں نے بازار میں اشیاء کے نرخ بڑھا دیئے، اشیاء گراں ہو گئیں اور بیچارے عوام نے خود اپنے ہاتھوں سے وہ سود کی رقم جو بینک سے حاصل کی تھی پھر ان ہی سرمایہ داروں کے حوالہ کردی، اس طرح ہمارے بینک درحقیقت پوری قوم کے (BLOOD BANK) بنے ہوئے ہیں جہاں سے یہ سرمایہ دار پوری قوم کا خون چوس چوس کر پھولتے رہتے ہیں اور پوری قوم اقتصادی اعتبار سے نیم جان لاش رہ جاتی ہے۔

اس بینکنگ کی اصلیت معلوم کرنے کے بعد بھی کیا کسی سلیم الفکر انسان پر یہ بات مخفی رہ سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سود کے لین دین کرنے والے کے لئے خدا اور رسول کے اعلان جنگ کی سخت وعید کیوں سنائی ؟

ایک اور ضمنی دلیل جناب جعفر شاہ صاحب پھلواری لکھتے ہیں :-

"فرض کیجئے ایک شخص آٹھ سو روپے کی ایک بھینس خریدتا ہے جو روزانہ دس پندرہ سیر دودھ دیتی ہے یہ اپنی بھینس ایک شخص کو اس شرط پر دیتا ہے کہ تم اس کی خدمت کرو اور اس کے دودھ، دہی مکھن سے فائدہ اٹھاؤ اور مجھے چار پانچ سیر دودھ روزانہ دیدیا کرو سوال یہ ہے کہ اگر اس قسم کی شرائط پر وہ بھینس کسی کے حوالے کردے اور وہ ان شرائط کو قبول کرلے تو کیا یہ سودا کسی فقہ کی رُو سے ناجائز ہوگا"؟

اس سلسلے میں ہم سوائے اظہار حیرت کے اور کیا کر سکتے ہیں بجائے جعفر شاہ صاحب کو اس صورت کے ناجائز ہونے میں کیا شبہ ہے؟ ہمارے نزدیک سوال یہ نہیں کہ یہ صورت کون سے فقہ کی رو سے جائز ہے؟ اگر کسی فقہ کی رو سے جائز ہے تو براہِ کرم نشاندہی فرمائیں، اس صورت میں بھی چونکہ ایک شخص کا نفع متعین اور ایک کا موہوم اور مشتبہ ہے اس لئے یہ معاملہ ہر فقہ میں ناجائز ہے، ہو سکتا ہے کہ کبھی بھینس صرف پانچ سیر دودھ دے اور سارا بھینس کا مالک لے لے اور خدمت کرنے والے کی محنت اور پیسہ بیکار جائے!

اسلامی اہم و دینی مطبوعات

شانِ رحمت عالم	20/-	نماز مکمل مترجم	2/50
حقیقت توحید وسنّت	25/-	نورانی قاعدہ رنگین	2/-
انبیائے کرام	10/-	نورانی قاعدہ سادہ	1/-
کراماتِ صحابہ	9/-	چھ باتیں اُردو	5/-
عظیم کائنات کا عظیم خدا	12/-	ترکیب نماز ہندی پاکٹ سائز	4/-
عظیم نبی کی عظیم دعائیں	12/-	حضرت محمد رسول اللہ کے حالاتِ زندگی	15/-
مقبول مسنون دُعائیں اُردو	5/-	حضرت ابوبکر صدیق " "	12/-
زبان کی حفاظت	15/-	حضرت عمر فاروق " "	15/-
خواتین رسول اکرم کی نظر میں	18/-	حضرت عثمان غنی " "	9/-
آدابِ زندگی	10/-	حضرت علی کرم اللہ وجہہ " "	12/-
قبر کی پہلی رات	12/-	رسول اللہ کی نصیحتیں	10/-
دعوتِ اسلامی اور مسلمانوں کے فرائض	10/-	حقوق الوالدین	12/-
تعلیم وتربیت	10/-	مسئلہ سود	30/-
اسلامی علاج یعنی روحانی علاج	12/-	رات کو پڑھنے کے وظائف	5/-
اسلامی نام	12/-	بچوں کے لئے قرآن	15/-
قیامت کی پیشین گوئیاں	9/-	بچوں کے لیے نماز	5/-
تصوف کیا ہے	12/-	بچوں سے پیار کرنے والے رسول	5/-
فلاحِ دارین	12/-	بچوں کے لئے کہانیوں کا سیٹ	50/-
تبلیغی کام کرنے والوں کے لئے مفید معلومات	6/-	تاریخی کہانیاں	7/-
تبلیغ کے متعلق بزرگانِ دین کے ارشادات	3/-	اخلاقی کہانیاں	7/-
موت کے وقت شیطانی دھوکہ	3/-	آؤ عربی سیکھیں	12/-
مسلمان خاوند	8/-	انگلش اُردو عربی بول چال	12/-
مسلمان بیوی	8/-	اردو ہندی، ہندی اردو بول چال	8/-

اسلامک بُک سروس - ۲۲۴۱ - کوچہ چیلان، دریا گنج، نئی دہلی ۲

www.ahnafmedia.com